رسول اللہ کے علومِ غیبیہ پر مکہ مکرمہ میں لکھی جانیوالی کتاب
الدولۃ المکیۃ
اردو
اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز
مکتبہ نبویہ لاہور
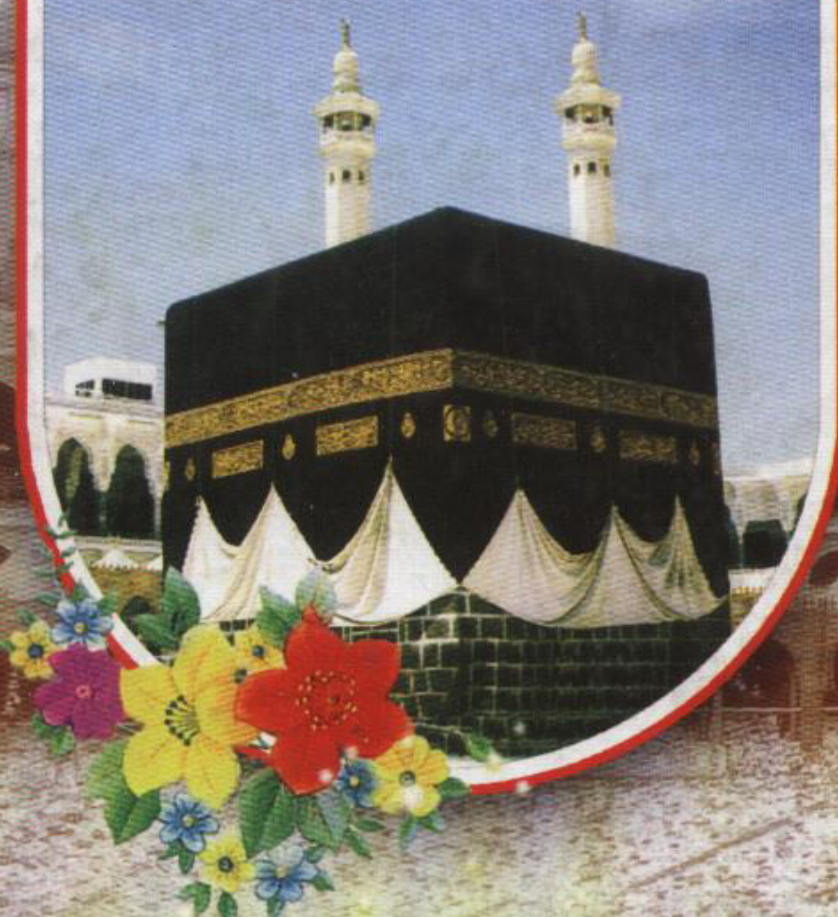
علوم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ مکرمہ میں
آٹھ گھنٹے میں لکھی جانے والی بے مثال تاریخی کتاب

الدولۃ المکیۃ

اُردو ایڈیشن

●

تصنیف و تالیف عربی

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ

تعلیق و ترجمہ اُردو
حجتہ الاسلام
حضرت مولانا حامد رضا خاں قادری رحمتہ اللہ علیہ

ترتیب و تزہیب نو
پیرزادہ
علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

●

مکتبہ نبویہ — گنج بخش روڈ — لاہور

الدولة المكية بالمادة الغیبیۃ (عربی)

نام مصنف ـــــ اعلیحضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ۔
موضوع ـــــ علوم مصطفیٰ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
سالِ تصنیف ـــــ ۱۹۰۵ء / ۱۳۲۳ھ بہ مکہ مکرمہ۔
ترجمہ اردو ـــــ حضرت حجۃ الاسلام مولانا الشاہ حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
اشاعتِ نقش اوّل ـــــ ۱۹۱۰ء / ۱۳۲۸ھ بریلی شریف
اشاعتِ نقش ثانی ـــــ ۲۰۰۱ء / ۱۴۲۲ھ لاہور
ترتیب و تزئین ترجمہ نو ـــــ علامہ اقبال احمد صاحب فاروقی (ایم اے)
افتتاحیہ ـــــ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب (ایم اے۔ پی ایچ ڈی)
تلخیص و ترجمہ تقاریظ ـــــ حضرت مولانا عبد الرحمن تتوی
طابع ـــــ کمبائن پرنٹرز
ناشر ـــــ مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ، لاہور
صفحات ـــــ ۱۹۶
قیمت ـــــ 60 روپے

عنوانات کتاب پر ایک نظر

۱۰۲۔ محمد یحیی الملکی الحسینی ۔ دمشق ۱۸۸

۱۰۳۔ مصطفیٰ بن آفندی ۔ دمشق

ابتدائیہ

زیرِ نظر کتاب الدّولۃ المکیّہ بالمادۃ الغیبیّہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدّد مائۃ حاضرہ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان القادری البریلوی (۱۲۷۲ھ — ۱۳۴۰ھ) کا وہ مایۂ ناز معرکہ ہے جسے آپ نے مکّہ مکرمہ میں ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء کو صرف آٹھ گھنٹوں میں فصیح و بلیغ عربی میں سپردِ قلم کیا تھا[۱]۔ آپ نے مکّہ مکرمہ سے مدینہ منوّرہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو برّصغیر کے چند علماء نے ایک مفصّل سوالنامہ مرتب کیا اور شریف مکّہ (سیّدنا) کے دربار میں پیش کیا۔ جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے علوم غیبیّہ کے متعلق استفسار کیا گیا تھا۔ مستفسرین کا خیال تھا کہ فاضل علّام اس مختصر وقت میں نہ تو جواب لکھ سکیں گے اور نہ شہرِ محبوب کی روانگی میں تاخیر برداشت کریں گے اور اس طرح انہیں شریف مکّہ اور علماء مکّہ کے سامنے خفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت نے سوالنامہ کا جواب کیا لکھا آٹھ گھنٹے میں ایک مدلّل اور مکمّل عربی کتاب لکھ کر مستفسرین اور علماء مکّہ معظّمہ کو حیرت زدہ کر دیا۔ اس کتاب کو شریف مکّہ نے خود سنا اور علماء حرمین الشریفین نے پڑھ کر بے پناہ خراج تحسین پیش کیا۔ اور اپنی تقاریظ (جن میں سے چند آراء کتاب کے آخر میں ملحقاً

۱:۔ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت۔ جلد دوم صفحہ ۹۔ مرتبہ محمد مصطفیٰ رضا خان۔ مطبوعہ فضل نور اکیڈمی۔ پنجاب۔

پیش کی جارہی ہیں) اور تقاریر ہیں کتاب کی افادیت اور فاضل مؤلف کی شخصیت کو دنیائے اسلام کے سامنے بھرپور انداز میں پیش کیا۔

○

کتاب کی تصنیف کے پس منظر پر غور کیا جائے تو ہمیں برصغیر کی نظریاتی تاریخ اور پھر مختلف علمائے کرام کے عقائد اور نظریات کی کشمکش کا ایک دلخراش منظر سامنے آتا ہے۔ انگریز اپنی سلطنت کی وسعت پذیری کی چالیں پورے ایشیا پر چلنے میں مصروف تھا۔ برصغیر کو زیرِ استبداب لانے کے بعد ممالک عرب کو ترکوں سے خالی کرانے کے درپے تھا۔ آل سعود کے مہروں کو آگے بڑھا کر حرمین الشریفین کی سرزمین پر اپنی شاطرانہ چالوں سے وار کر رہا تھا۔ آل سعود کے نظریاتی راہنما محمد ابن عبدالوہاب نجدی نے کتاب التوحید لکھی۔ تو دنیائے علم کی آنکھیں تصویرِ حیرت بن گئیں۔ اسی کتاب کے مندرجات نے دہلی کے علمی خانوادے کے ایک فرزند مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کو اتنا متاثر کیا کہ انہوں نے اس کتاب کا چربہ تقویۃ الایمان کے نام سے ہندوستان میں شائع کیا۔ اس کتاب میں مسلمانوں کو شرک و بدعت، کفر و گمراہی کے خطابات سے نوازا گیا۔ پھر پہلی بار فقہی مسائل میں اختلاف کی روش سے ہٹ کر ذات مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدف تنقید بنایا گیا۔ اس سے صدیوں پہلے اسلامی تاریخ میں مختلف فرقے اپنے علمی اور نظری اختلافات کی وجہ سے متعارف تو ہوئے مگر اُن کے اختلافات کی بنیاد جبر و قدر۔ قدیم و حادث۔ شریعت و طریقت یا دوسرے فقہی اور فروعی مسائل پر ہوا کرتی تھی۔ مگر سب سے پہلے جس خانوادہ نے ذات مصطفیٰ، مقام مصطفیٰ اور علم مصطفیٰ پر اختلاف کی راہیں کھولیں وہ تقویۃ الایمان کی ذریت تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر سوال اٹھائے گئے۔ بحث ہونے لگی۔ امکانِ نظیر پر گفتگو چل نکلی۔ آپ کے کمالات پر لیت ولعل کے دروازے کھل گئے۔ آپ کی بشریت پر قیل و قال کا بازار گرم ہوا پھر بشریت اور علمیت کی تقسیم پر یہ اندازے لگائے جانے لگے کہ آیا

حضور ہمارے جیسے ہی بشر تھے یا ہم سے ذرا بڑے۔ انکا علم ہمارے جیسا ہی تھا یا قدرے زیادہ تھا۔ پھر یہ نظریہ بھی دیا جانے لگا کہ آپ کو خاتم الانبیاء ماننے کے باوجود اللہ چاہے تو ہزاروں انبیاء پیدا کر سکتا ہے! الغرض برصغیر میں حضور کی شخصیت کو پہلی بار نظریاتی تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ اس بات پر علماء اہلسنت نے سخت احتجاج کیا اور ان نظریات اور کتاب کا شدید نوٹس لیا۔ علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہٗ نے اس کتاب کے خلاف تحریری اور تقریری آواز بلند کی جس کے اثرات سارے ہندوستان میں گونجے اور مختلف علماء کرام نے اس کتاب کی رد میں کتابیں لکھیں۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ ان دنوں برصغیر میں ایک بااثر علمی اور روحانی شخصیت کی حیثیت سے موجود تھے۔ آپ کے حلقۂ اثر میں مختلف علماء بیٹھتے تھے۔ آپ کے ایک مرید مولانا عبدالسمیع رامپوری قدس سرہٗ نے ایک کتاب انوار ساطعہ لکھی جس میں عقائد اہلسنت کی وضاحت بھی کی گئی اور ساتھ ساتھ نجدی نظریات کا رد بھی کیا گیا۔ یہ کتاب سامنے آئی تو علماء دیوبند کا ایک مضبوط اور اعلیٰ سطح کا طبقہ سیخ پا ہو گیا۔ مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے شاگرد مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے انوار ساطعہ کے جواب میں ۱۳۰۴ھ ، ۱۸۸۷ء میں براہین قاطعہ شائع کر کے عقائد دیوبند کو پہلی بار منظر عام پر لا رکھا۔ اس اختلافی فضا کو صاف کرنے کے لیے حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ لکھا مگر ان کی کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں اور علماء دین دو واضح گروپوں میں تقسیم ہوتے گئے۔

○

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی ان دنوں دارالعلوم بہاولپور میں مدرس اعلیٰ تھے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے براہین قاطعہ کو پڑھا اور اسے نظریاتی طور پر بڑی نقصان دہ کتاب تصور کیا۔ ۱۳۰۶ھ میں مولانا غلام دستگیر قصوری نے انہیں مناظرہ کا چیلنج دیا جسے قبول کر لیا گیا۔ چنانچہ ہندوستان بھر سے دیوبند اور اہلسنت کے جید علماء بہاولپور میں

ہوئے۔ مناظرہ شوال ۱۳۰۶ھ میں نواب آف بہاولپور کے زیر اہتمام و انتظام منعقد ہوا حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ کو حکم مناظرہ بنایا گیا اور پنجاب اور ہندوستان کے تمام علاقوں سے علماء کا عظیم اجتماع ہوا۔ اس مناظرہ میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور دیوبندی علماء کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ نواب آف بہاولپور نے مولوی خلیل احمد کے عقائد و نظریات کی مفسدانہ حرکات پر انہیں ریاست بدر کرنے کے احکام جاری کیے۔

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مناظرہ کی روئیداد عربی میں مرتب کی ۱۳۰۷ھ کو حج کو گئے۔ علماء مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے سامنے پیش کی۔ علماء حرمین نے کتاب پر تقاریظ لکھیں اور ستر سے زیادہ علماء حرمین الشریفین نے عقائد دیوبند سے اظہار بیزاری کیا۔ ان آرا سے دیوبندی مکتب فکر کے علماء کا اعتقادی قلعہ منہدم ہوتا دکھائی دیا مگر ان گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دینے کے لیے علماء دیوبند کے ایک بورڈ نے ایک رسالہ المہند المفند (عقائد علماء دیوبند) شائع کرکے عوام کو یہ تاثر دیا کہ ہمارے عقائد وہی ہیں جو اہلسنت کے ہیں۔

○

۱۳۱۹ھ ۱۹۰۱ء میں مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک رسالہ بنام حفظ الایمان لکھا جس میں بڑی دیدہ دلیری سے وہ رسوائے زمانہ عبارت سامنے آئی کہ حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔

اس عبارت پر علماء اہلسنت نے تو برافروختہ ہونا ہی تھا۔ خود مولانا حسین احمد صاحب مدنی نے بھی اپنی کتاب شہاب الثاقب میں برملا لکھا کہ ایسے الفاظ کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسی تمام عبارات پر گرفت کی۔ اور علماء دیوبند کا تعاقب کیا۔ ۱۳۲۰ھ میں اعلیٰ حضرت نے مولانا فضل امام رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب المعتقد المنتقد پر حواشی لکھے۔ جو المعتمد المستند کے نام سے چھپے

ان حواشی میں امام اہلسنت نے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دیوبند، مولوی عبدالرشید صاحب گنگوہی، مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی کفریہ عبارات کو ہدف تنقید بنایا۔ آپ نے رسالہ صیانۃ الناس کے رد میں ۱۳۱۸ھ ربیع الآخر ۱۳۰۵ھ اور پھر ۱۳۱۸ھ کو فتاویٰ لکھے۔ ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد کے مطبع تحفہ حنفیہ سے رد چھپا۔ پھر جمادی الآخر ۱۳۲۲ھ میں ایک فتویٰ شائع کیا[1] اعلیٰ حضرت کی کتاب سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح۔ مطبع انوار محمدی لکھنوی سے ۱۳۰۹ھ میں طبع ہوئی۔ پھر الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد پٹنہ سے چھپی۔ ساتھ ہی ایک اور کتاب سل السیوف الہندیہ علیٰ کفریات بابا النجدیہ صفر ۱۳۱۴ھ میں عظیم آباد میں چھپی ہے[2]

اعلیٰ حضرت کی نظریاتی اور تنقیدی تحریروں میں سے المعتمد المستند کو بنیادی حیثیت ملی۔ اسے علماء حرمین الشریفین نے بڑا پسند کیا اور اس پر اڑھائی سو سے زائد علماء حرمین اور پاک وہند نے اپنی آراء لکھیں۔ جو حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین اور الصوارم الہندیہ میں چھپ کر عام ہوئیں۔

○

آپ کے حواشی وتعلیقات المعتمد المستند شائع ہوئے، تو علماء دیوبند کو بڑے مضطرب ہوئے وہ ہندوستان تو کیا علمائے حجاز تک پہنچے، مگر جب الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ کے اثرات سامنے آئے، تو دم بخود رہ گئے۔ الدولۃ المکیۃ دراصل (جس کی تفصیل ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ کے افتتاحیہ میں ملے گی) وہ معرکۃ الآرا کتاب ہے، جس

---

[1] ۔ تمہید الایمان صفحہ ۱۲۹ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ایڈیشن ۱۹۸۵ء

[2] ۔ تمہید الایمان صفحہ ۱۳۳ ″ ″ ″ ″ ″

پر عالم اسلام نے بھرپور داد تحسین پیش کی۔ یہ کتاب حضور نبی کریم صاحب کوثر و تسلیم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ پر ایک شاندار مرقع ہے۔ جسے پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور حضور کے کمالات سے قلب و ذہن فروغ پاتے ہیں۔

○

ہم سابقہ صفحات میں زیر نظر کتاب الدولۃ المکیہ کی وجہ تالیف پر اظہار خیال کر چکے ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۲۳ھ کو لکھی گئی اور اس میں علم ذاتی۔ علم عطائی۔ علم ذاتی محیط اور علم عطائی غیر محیط علم متناہی۔ علم واجب لذات اور علم عطائی ممکن۔ ازلی ابدی مخلوق غیر مخلوق۔ واجب البقا جائز الفنا۔ علم کل۔ علم بعض۔ مخالفین کا بعض۔ اور اہل محبت کا بعض۔ لوح محفوظ کے علوم۔ لوح مبین پر نگاہ۔ جیسے سینکڑوں موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے آخرین حصہ میں حضرت مولانا سلامت اللہ رامپوری قدس سرہ کے رسالہ اعلام الاذکیاء میں حضور نبی کریم کو اول و آخر و ظاہر و باطن قرار دینے پر معاندین کے اعتراضات پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ایک عرصہ تک حجاز کے مقتدر علماء کرام کے مطالعہ میں رہی۔ اسکی نقلیں مختلف علمی حلقوں میں پہنچیں۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے شریف مکہ (سیدنا) کے دربار میں علماء حجاز کے سامنے لفظاً لفظاً سنائی۔ حج بیت اللہ سے مؤلف علام ہندوستان واپس آئے۔ تو کتاب پر نظر ثانی کرتے وقت ۱۳۲۵ھ میں اس پر مختصر حواشی لکھے۔ جسکا نام الفیوض الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ رکھا گیا ؎۔ اور یہ کتاب، افتائے حرمین کے نام سے ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء میں سب سے پہلی بار بریلی سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب دراصل الدولۃ المکیہ کا خلاصہ تھا۔ جس میں بیس تقاریظ

؎۱ ۔ کتاب الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ کی تالیف کے تفصیلی پس منظر کو جاننے کے لیے ملفوظات کی جلد دوم کا مطالعہ کریں۔

علماء حرمین شامل کر دی گئی تھیں ۲۔ پھر ایک عرصہ بعد الدولۃ المکیۃ مکمل متن اور تقاریظ کے ساتھ دوبارہ بریلی سے شائع ہوئی۔ عربی زبان سے ناآشنا حضرات کے لیے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے صاحبزادہ حجۃ الاسلام الشاہ حامد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے متن کے ساتھ اُردو ترجمہ بھی شائع کرایا۔

پاکستان میں پہلی بار ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء اصل متن ترجمہ اور ساتھ تقاریظ کے ساتھ شائع ہوئی۔ پھر یہی ایڈیشن ۱۹۸۰ء میں لاہور سے بھی شائع ہوا مگر ۱۹۷۶ء میں ایک اور ایڈیشن کراچی سے شائع ہوا۔ جس میں ترجمہ اور متن تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام الشاہ حامد رضا خان قدس سرہ کا اردو ترجمہ عالمانہ اور آج سے نصف صدی قبل کا بار بار شائع ہو رہا تھا۔ جس سے کتاب کی افادیت سے آج کا اُردو داں طبقہ پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتا تھا۔ ہم نے اس علمی اور جامع ترجمہ کو آسان اور سلیس بنا کر عربی متن کے بغیر شائع کرنے کا عزم کیا۔ عنوانات قائم کیے۔ پیرابندی کی گئی۔ الحمدللہ ہم اپنی عامیانہ زبان میں ترجمہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اب یہ ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

الدولۃ المکیۃ کا تازہ ایڈیشن اور تازہ ترجمہ لاتے وقت ہم نے عالی جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی کی ان تحریروں سے بھرپور استفادہ کیا جو آپ کے قلم سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر سامنے آتی رہی ہیں۔ پھر آپ کا "افتتاحیہ" قارئین

ع ۱ ؎۔ اس کتاب کے بعض صفحات کے عکس سید ریاست علی قادری گرامی کے ذخیرہ کتب کی وساطت سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی پرنسپل گورنمنٹ کالج ٹھٹھہ سندھ نے اپنی تالیف "امام رضا اور عالم اسلام" مطبوعہ ۱۹۸۳ء / ۱۴۰۳ھ میں شائع کر دیئے ہیں۔

ع ۲ ؎۔ دیکھیں حاشیہ "امام احمد رضا اور عالم اسلام" صفحہ ۲۰ مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

کے لیے ایک گراں قدر مطالعہ ہے۔ جسے ہم ان کی اجازت سے بصد تشکر و امتنان شریک اشاعت کر رہے ہیں۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ ہماری قلمی کوتاہیوں کے باوجود تازہ ترجمہ قارئین قارئین کرام کو علوم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعارف کرانے میں مفید ثابت ہوگا اور علماء اہلسنت اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اور ہماری یہ کوشش مشکور و ماجور ہوگی۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
یکم جنوری ۱۹۸۷ء

۱۸۱۔ ریواز گارڈن
لاہور۔
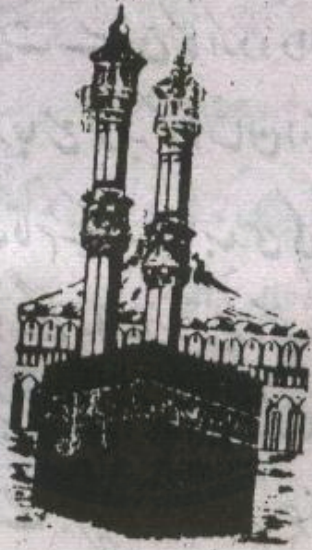
افتتاحیہ

عالمِ اسلام میں امام احمد رضا کا پہلا تعارف اس وقت ہوا جب وہ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خاں کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے، اس موقع پر مفتیٔ شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل مکی نے بغیر کسی سابقہ تعارف کے امام احمد رضا کی پیشانی دیکھ کر بے ساختہ فرمایا:۔

انی لاجد نور اللہ من ھٰذا الجبین

"میں اس پیشانی میں اللہ کا نور محسوس کر رہا ہوں"

اس کے ساتھ اور واقعات بھی پیش آئے جن کی تفصیل آگے آتی ہے —
عالمِ اسلام میں اس مجمل تعارف کے تقریباً ۲۲ سال بعد ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں قدرے تفصیلی تعارف اس وقت ہوا جب ردِ ندوہ میں امام احمد رضا کا فتویٰ تصدیق و توثیق کے لئے علماءِ اسلام کے سامنے پیش ہوا اور انہوں نے اپنی تصدیقات عنایت فرمائیں، پھر چھ برس بعد ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں پچھلے تعارفوں کی تکمیل ہوئی، جب امام احمد رضا دوسری بار حجِ بیت اللہ کے لئے حرمین طیبین حاضر ہوئے اور وہاں علماء نے آپ سے فتوے لئے اور سندیں حاصل کیں اور آپ کی عربی تصانیف المستند المعتمد اور الدولۃ المکیہ پر تقاریظ لکھیں اور تصدیقات ثبت کیں، ایک نہیں بلکہ ۷۰، ۸۰ علماءِ اسلام نے اپنے تأثرات بڑی فراخ دلی کے ساتھ تحریر فرمائے۔ تفصیلات آگے آتی ہیں۔

الغرض امام احمد رضا کی شخصیت و علمیت جس کا تعارف ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء

میں ہوا تھا، ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء تک ۳۰ سال کے اندر اندر دور و نزدیک اس کا چرچا ہونے لگا، علماءِ اسلام نے امام احمد رضا سے جس وابستگی اور شیفتگی کا ثبوت دیا، وہ باعثِ حیرت ہے ——— چند تأثرات ملاحظہ ہوں :-

حافظ کتب الحرم شیخ اسمٰعیل بن خلیل مکی جو مکہ معظمہ کے ایک جید عالم تھے، ایک مکتوب میں امام احمد رضا کو لکھتے ہیں :-

لکن الفقیر اعد نفسی ثالث اولادکم [1]

"لیکن فقیر آپ کی اولاد میں خود کو تیسرا بیٹا شمار کرتا ہے"۔

یہی بزرگ امام احمد رضا کی تصنیف الدولۃ المکیہ پر تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

شیخنا العلامۃ المجدد [2]

اور امام احمد رضا کی دوسری تصنیف المستند المعتمد پر تقریظ لکھتے ہوئے، لکھتے ہیں :-

بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھٰذا القرن لکان حقا وصدقا [3]

شیخ موسیٰ علی شامی الازہری احمدی درویری الدولۃ المکیہ پر اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں :-

امام الائمۃ المجدد لھٰذہ الامۃ [4]

اور حسین بن علامہ سید عبدالقادر طرابلسی الدولۃ المکیہ ہی پر تقریظ لکھتے ہوئے لکھتے ہیں :-

---

[1] مکتوب محررہ ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء

[2] احمد رضا خاں : الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۵ء، ص ۶

[3] احمد رضا خاں : حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۵۱

[4] احمد رضا خاں : الدولۃ المکیہ، ص ۲۴۲

حامی ملۃ المحمدیۃ الظاہرۃ ومجدد الممائۃ الحاضرۃ [1]

امام احمد رضا کے معاصرین میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا رحمٰن علی اپنی فارسی تصنیف "تذکرۂ علمائے ہند" میں امام احمد رضا کے حالات میں لکھتے ہیں :-

"در سال نود و پنجم صدی مذکور (۱۲۹۵ھ) بمعیت والدِ ماجدِ خود بہ زیارتِ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً، مشرف شدہ از اکابرِ علمائے آں دیار اعنی سید احمد دحلان مفتی شافعیہ و عبد الرحمٰن سراج مفتی حنفیہ سندِ حدیث و فقہ و اصول و تفسیر و دیگر علوم یافتہ ——

روزے نماز مغرب بمقامِ ابراہیم علیہ السلام خواند، بعد نماز امامِ شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بلا تعارفِ سابق، دستِ صاحبِ ترجمہ گرفتہ بخانۂ خود برد و تا دیر پیشانی وے گرفتہ فرمود :-

انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین

سپس سندِ صحاح ستہ و اجازتِ سلسلۂ قادریہ بہ دستخطِ خاص دادہ فرمود کہ نامِ تو ضیاء الدین احمد است —— و سندِ مذکور تا امامِ بخاری علیہ الرحمہ یازدہ وسائط اند، وہم در مکہ معظمہ بہ ایمائے شیخ جمل اللیل موصوف شرح رسالۂ جوہرۂ مضیہ در بیانِ مناسکِ حج مذہبِ شافعیہ کہ از تصانیفِ شیخ سابق الوصف است، اندر دو یوم نوشتہ و نامِ آں النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ مقرر کردہ پیشِ شیخ برد، شیخ بہ تحسین و آفریں وے لب کشاد، در مدینہ طیبہ مفتی شافعیہ یعنی صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد غرب ضیافتِ صاحبِ ترجمہ کردہ ——

---

[1] احمد رضا خاں : الدولۃ المکیہ ، ص ۸۲

بعد نمازِ عشار صاحبِ ترجمہ در مسجدِ خیف تنہا توقف نمود، در آں جا بشارتِ مغفرت یافتہ [1]

(ترجمہ) " ۱۲۹۵ھ میں اپنے والدِ ماجد کے ہمراہ حرمین شریفین حاضر ہوئے اور وہاں کے اکابر علمار مفتی شافعیہ سید احمد دحلان، مفتی حنفیہ عبدالرحمٰن سراج سے حدیث و فقہ و اصول و تفسیر اور دوسرے علوم میں سند لی۔

ایک روز نمازِ مغرب مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر ادا کی، نماز کے بعد امامِ شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل نے سابقہ تعارف کے بغیر مولانا احمد رضا خاں کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے، وہاں دیر تک آپ کی پیشانی تھامے رہے اور فرمایا :-

" میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں "

اس کے بعد امامِ شافعیہ نے آپ کو صحاح ستہ میں اور سلسلۂ قادریہ میں اپنے دستخطِ خاص سے اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد رکھا، سندِ مذکورہ میں امامِ بخاری علیہ الرحمہ تک گیارہ واسطے ہیں۔

مکہ معظمہ میں شیخ جمل اللیل موصوف کے ایمار پر مذہبِ شافعیہ میں مناسکِ حج پران کے رسالے جوہرۂ معنیہ کی دو روز میں شرح لکھی اور اس کا نام النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ رکھا، جب یہ شرحِ شیخ موصوف کے پاس لے گئے تو شیخ نے تحسین و آفرین کہی۔

مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ صاحبزادۂ مولانا محمد بن محمد عرب نے آپ کی دعوت کی، اسی روز نمازِ عشار کے بعد مسجد خیف میں تنہا قیام کیا

---

[1] رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند (فارسی)، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء، ص ۱۵، ۱۶

اور یہاں آپ کو مغفرت کی بشارت ملی :۔

خود امام احمد رضا نے یہ حالات اپنی تصنیف النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ میں اس طرح لکھے ہیں :۔

" ۱۲۹۵ھ میں فقیر سراپا تقصیر عبد المصطفیٰ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی غفر اللہ لہ ---------- ہمراہی رکاب حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی مد ظلہم العالی ---------- خلف ---------- حضرت مولانا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب قادری قدس سرہ العلی نعمتِ حاضری بلدۂ معظمہ مکہ مکرمہ ---------- ہاتھ آئی ۔ حسنِ اتفاق کہ ایک روز جناب مولانا سیدی حسین بن صالح جمل اللیل علوی فاطمی قادری مکی امام و خطیبِ شافعیہ سے مقامِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قریب کہ فقیر رکعاتِ طواف اور وہ جناب امامتِ نمازِ مغرب سے فارغ ہوئے تھے، ملازمت حاصل ہوئی ۔ سبحان اللہ! عجب بزرگ خوش اوقات و برکات ہیں ۔ اکثر عرب ، جاوہ و داغستان وغیرہا بلاد نزدیک و دور کے ہزاروں آدمی ان کے بلکہ ان کے مریدوں کے مرید اور شرفِ بیعت ، سلسلۂ تلمذ سے مستفید ہیں ۔

اول نیاز میں حد سے زیادہ لطف فرمایا ، فقیر کا ہاتھ دستِ مبارک میں لئے دولت خانہ تک کہ نزدیک بابِ صفا واقع ہے ، لے گئے اور تا قیامِ مکہ معظمہ حاضری کا تقاضا فرمایا ، فقیر حسبِ وعدہ حاضر ہوا ، مسائلِ حج میں ایک ارجوزہ اپنا مسمی بالجوہرۃ المضیہ فقیر کو سنایا ، پھر فرمایا ، اکثر اہل ہند اس سے مستفید نہیں ہو سکتے ، ایک تو زبان عربی ، دوسرے مذہب شافعی اور ہندی اکثر حنفی ، میں چاہتا ہوں کہ تو اسکی بزبان اردو تشریح اور اس میں مذاہب حنفیہ کی توضیح کر دے ، فقیر نے

باعثِ اجرِ جزیل و ثوابِ جمیل سمجھ کر قبول کیا، اگرچہ وہاں نہ فرصت تھی اور نہ کتابیں پاس۔

روزِ اول دو بیت کے متعلق صرف تفصیلِ مسائل میں تین ورق طویل سے زائد لکھے گئے، جب بطور انموذج حاضر کئے، جناب مولانا نے فرمایا میرا مقصد تطویل اور اس قدر تفصیل نہیں کہ عوام اس سے کم منتفع و متمتع ہوتے ہیں، صرف ہمارے کلام کا ترجمہ و خلاصہ مطلب اور جہاں حنفیہ کا اختلاف ہو ان کا بیانِ مذہب ہو جائے ——— فقیر نے امتثالِ امرِ لازم اور یہی امر فرصت حاصلہ کے ملائم دیکھ کر بتاریخ ہفتم ذی الحجہ (۱۲۹۵ھ) روزِ جاں افروز دوشنبہ یہ مختصر جملے لکھ دیئے اور النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ سے ملقب کئے [1]

---

[1] احمد رضا : النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء، ص ۲-۳

(نوٹ) الجوہرۃ المضیہ، عربی میں منظوم رسالہ ہے اور النیرۃ الوضیہ اس کی اردو شرح اور الطرۃ الرضیہ النیرۃ الوضیہ کے حواشی ہیں، اس کے محشی بھی امام احمد رضا ہیں، یہ تینوں یک جا، مطبع انوار محمدی لکھنؤ میں ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۰۷ھ کو طبع ہوئے ——— راقم کو یہ مطبوعہ نسخہ محترم ریاست علی قادری کی عنایت سے ملا، اس کی تفصیل یہ ہے :-

صفحہ ۱ سے ۲ تک، الجوہرۃ المضیہ مع شرح النیرۃ الوضیہ، پھر زیارت حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق امام احمد رضا نے اپنے رسالے البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ کا خلاصہ شامل کیا ہے، یہ صفحہ ۲ سے ۲۳ تک پھیلا ہوا ہے، پھر امام احمد رضا کے حواشی الطرۃ الرضیہ صفحہ ۲۳ سے ۴۷ تک پھیلے ہوئے ہیں۔

امام احمد رضا نے حواشی باندازِ جدید آخر میں جمع کئے ہیں جس طرح آجکل تحقیقی مقالات میں درج کئے جاتے ہیں، امام احمد رضا کی طبعِ ایجاد پسند نے وہ طرز اپنی دکھی جو آجکل رائج ہے ——— ان کی نگارشات دورِ جدید کے معیار سے بہت اونچی ہیں، ہمارے محققین نے ہنوز کما حقہ توجہ نہیں کی۔ مسعود

الغرض حرمین شریفین میں امام احمد رضا کا جو ابتدائی شاندار تعارف ہوا اس نے مستقبل کے لئے راہ ہموار کردی اور پھر علماء عرب امام احمد رضا کی نگارشات سے برابر مستفید ہوتے رہے اور اپنے اپنے تاثرات قلمبند کرتے رہے، اس سلسلے میں امام احمد رضا کی مندرجہ ذیل تصانیف خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں:-

۱۔ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین (۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء)
۲۔ المستند المعتمد فی بناء نجاۃ الابد (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)
۳۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)
۴۔ الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)
۵۔ الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)
۶۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)
۷۔ الفیوض الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء)

ان میں بعض تصانیف کے بارے میں مجملاً یہاں عرض کیا جاتا ہے تاکہ عالمِ اسلام سے امام احمد رضا کے تعلق پر روشنی پڑ سکے اور عالمِ اسلام کی طرف سے ان کے افکار کی پذیرائی کے متعلق حقائق معلوم ہوسکیں۔

۱۔ فتاوی الحرمین، ندوۃ العلماء (بجاہدت) کے بارے میں امام احمد رضا کے ۲۸ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ یہ جوابات بقول امام احمد رضا ۲۰ گھنٹے میں قلمبند کئے گئے، یعنی ۱۶ شوال ۱۳۱۷ھ کو بعد نماز صبح سے لے کر ۷ شوال ۱۳۱۷ھ طلوعِ فجر سے پہلے پہلے مسودہ اور مبیضہ مکمل کرلیا گیا۔ امام احمد رضا اپنے عربی اشعار میں اس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں ؎

فما ھو لا شغل عشرین ساعۃ
وعنھا الی لسجدات ولا کل یمفرد

فما کان ذا الا بتوفیق ربنا
له الحمد حمدا دائما یتأبد له

یہ استفتاء و فتویٰ تقریباً ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جب یہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا تو مکہ معظمہ کے ۱۶ اور مدینہ منورہ کے ۷ علمائے اعلام نے اسکی تصدیق و توثیق فرمائی۔ حافظ کتب الحرم شیخ اسمٰعیل بن خلیل مکی کی تصدیق ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے جس میں سوالات پر بحث اور جوابات کی تصدیق کے علاوہ امام احمد رضا کو ان کے علم و فضل کی بنا پر خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور بلند القاب و آداب سے نوازا ہے ۔ [۱]

۲۔ شاہ فضل رسول بدایونی (م ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء) کی عربی تصنیف المعتقد المنتقد (۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء) پر امام احمد رضا نے المعتمد المستند کے نام سے عربی میں تعلیقات و حواشی کا اضافہ کیا ہے [۲] ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں یہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا جس پر ۳۷ علماء نے اپنی اپنی تقاریظ اور تصدیقات ثبت کیں [۳]
ان تعلیقات میں امام احمد رضا نے اپنے بعض معاصرین کی قابلِ اعتراض نگارشات کا تعاقب کیا ہے اور اپنا مطمحِ نظر پیش کیا ہے۔ اسی پس منظر میں ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء کو امام احمد رضا نے ایک کتاب تمہید ایمان بآیات قرآن تصنیف فرمائی جس میں قرآنی آیات و احادیثِ نبویہ کی روشنی میں شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک دکھائی ہے۔

۳۔ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ چند سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جو قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں ۱۳۲۳ھ کو پیش کئے گئے تھے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں،

---

[۱] عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری : رسائلِ رضویہ، ج ۱، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۴۰

[۲] فتاوی الحرمین : رسائلِ رضویہ، ج ۱، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء میں شامل ہے، عربی متن کے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے، تفصیلات کے لئے اس طرف رجوع کریں۔

[۳] یہ متن اور حواشی لاہور اور استانبول سے شائع ہو گئے ہیں۔ مسعود

[۴] تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمائیں حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء۔ مسعود

پہلے حصے میں مسئلۂ علمِ غیب پر فاضلانہ بحث کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب ثابت کرتے ہوئے بڑے معقول اور دل نشیں انداز سے اپنا موقف بیان کیا ہے۔ دوسرے حصے میں دیگر چار سوالات ہیں۔

جب یہ کتاب علمائے عرب کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے بڑی پذیرائی کی اور تقریباً ۷۷ علماء نے اس پر اپنی تصدیقات لکھیں[1] ——— پیشِ نظر کتاب انہیں تقاریظ کی تقریب رونمائی سمجھئے ——— اس لئے ضروری ہوا کہ اس کتاب میں مندرج مسئلۂ غیب سے متعلق امام احمد رضا کا خلاصہ پیش کر دیا جائے کیونکہ یہی مسئلہ وجہ نزاع و اختلاف ہے لیکن اگر حقیقۃً سمجھ لیا جائے تو کم از کم ایک معقول انسان اختلاف نہیں کر سکتا۔ امام احمد رضا کے افکار کا خلاصہ یہ ہے:۔

۱۔ علمِ ذاتی محیط، اللہ کے لئے ہے، علمِ عطائی غیر محیط مخلوق کے لئے۔

۲۔ علمِ مخلوقات متناہی، علمِ الٰہی غیر متناہی ——— دونوں میں نسبت ناممکن، کجا مساوات کا دعویٰ۔

۳۔ علمِ ذاتی واجب للذات اور علمِ عطائی ممکن۔

---

[1] سب سے پہلے افتتاحیہ حرمین کا تازہ عطیہ (۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء، بریلی) کے عنوان سے الدولۃ المکیہ کا خلاصہ شائع ہوا اور اس میں ۲۰ تقاریظ کا خلاصہ شامل کیا گیا ——— بعض مخالفین نے الدولۃ المکیہ کی عدمِ اشاعت کی وجہ سے عوام و خواص میں اس کے مندرجات کے متعلق غلط فہمیاں پھیلا دی تھیں اس لئے ضروری ہوا کہ فوری طور پر اس کا خلاصہ مع تقاریظ پیش کر دیا جائے چنانچہ مندرجہ بالا عنوان سے ۱۹ شعبان ۱۳۲۸ھ کو یہ خلاصہ مدرسہ اہلِ سنت و جماعت، منظرِ اسلام (بریلی) کے اجلاس میں تقسیم کیا گیا، الدولۃ المکیہ کا اصلی متن اور تقاریظ بعد میں بریلی سے شائع ہوئے چنانچہ ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۵ء میں پہلی بار کراچی (پاکستان) سے الدولۃ المکیہ کا جو متن شائع ہوا ہے اس میں علماءِ عرب کی ۶۰ تقاریظ اور امام احمد رضا کے حواشی شامل ہیں، پھر ۱۹۷۶ء میں کراچی ہی سے دوسرا ایڈیشن شائع ہوا، اس میں تقاریظ نہیں، صرف متن اور حواشی ہیں۔

مسعود

۴۔ وہ ازلی، یہ حادث ——— وہ غیر مخلوق، یہ مخلوق ——— وہ زیرِ قدرت نہیں، یہ زیرِ قدرتِ الٰہی ——— وہ واجب البقاء، یہ جائز الفناء ——— اس کا تغیر محال، اس کا ممکن۔

۵۔ علمِ کُل اللہ کو سزاوار ہے اور علمِ بعض رسول اللہ کو ——— مگر بعض بعض میں فرق ہے ——— پانی کی بوند بھی 'بعض' ہے اور سمندر کے مقابلے میں دریا، بھی بعض ہے ——— تو بعض بعض میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

۶۔ مخالفین کا بعض، بغض و توہین کا ہے اور ہمارا 'بعض' عزت و تمکین کا جسکی قدر خدا ہی جانے اور جن کو عطا ہوا۔

۷۔ جس طرح علمِ ذاتی پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح علمِ عطائی پر ایمان لانا ضروری ہے کہ قرآنِ کریم نے دونوں علوم کی خبر دی ہے ——— پورے قرآن پر ایمان لانے والا دونوں علوم میں سے کسی علم کا منکر نہیں ہو سکتا جو منکر ہے وہ پورے قرآن پر ایمان نہیں لایا اور جو پورے قرآن پر ایمان نہیں لایا اس کا حکم معلوم۔

۸۔ کسی عالم کے علم کی اس لئے نفی کرنا کہ وہ استادوں کے پڑھائے سے پڑھا ہے، کسی صاحبِ عقل سے متوقع نہیں ——— صاحبِ عقل اس کے علم کا اعتراف کرے گا اور کبھی یہ کہہ کر اس کے علم کو ہلکا نہ کرے گا کہ اس کے علم میں کیا خوبی ہے، یہ تو پڑھائے سے پڑھا ہے اور سب اسی طرح پڑھتے ہیں۔

الغرض امام احمد رضا خاں، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو متناہی غیر محیط، خالق، زیرِ قدرتِ الٰہی اور حادث مانتے ہیں مگر اسی کے ساتھ آپ کی وسعتِ علم کو وہی نسبت دیتے ہیں جو ایک سمندر کو پانی کی بوند سے ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی کہیں کم۔

الدولۃ المکیہ ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں تصنیف فرمائی، ہندوستان

واپسی کے بعد ۱۳۲۵ھ میں اس پر حواشی تحریر فرمائے جس کا تاریخی عنوان یہ ہے :-

الفیوض الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ[1] (۱۳۲۵ھ)

۵۔ الاجازات الرضویہ لمبجل بکۃ البہیہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) اور الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) ان سندات پر مشتمل ہیں جو امام احمد رضا نے علماء اسلام کو عنایت فرمائیں، اس میں وہ خطوط بھی شامل ہیں جو علماء اسلام نے امام احمد رضا کو لکھے[2]

۶۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) کی تفصیل یہ ہے کہ قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں امام مسجد الحرام مولانا عبداللہ میرداد اور ان کے استاد مولانا حامد محمود جداوی نے نوٹ کے متعلق ایک استفتاء امام احمد رضا کے سامنے پیش کیا، امام احمد رضا نے اس کے جواب میں ڈیڑھ دن سے کم مدت میں عربی میں رسالہ کفل الفقیہ الفاہم تحریر فرمایا۔ جب یہ رسالہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی نقلیں لیں، مثلاً شیخ الائمہ احمد ابو الخیر میرداد حنفی، قاضی مکہ شیخ صالح کمال حنفی، حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل بن خلیل حنفی، مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ صدیق وغیرہم ـــــــ امام احمد رضا سے قبل آپ کے استاذ الاساتذہ مفتی اعظم مکہ معظمہ مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر حنفی سے بھی نوٹ کے متعلق سوال کیا گیا تھا کہ اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں لیکن انہوں نے جواب سے اعراض فرمایا مگر امام احمد رضا نے شافی جواب دیا جس پر مفتی حنفیہ عبداللہ بن صدیق پھڑک اٹھے۔

الغرض امام احمد رضا کی شخصیت حرمین شریفین اور عالم اسلام میں جانی پہچانی تھی اور ان کے علم و فضل کا عوام و خواص میں چرچا تھا جس کا اندازہ

---

[1] الفیوض الملکیہ کا ایک قلمی نسخہ سید ریاست علی قادری (کراچی) اور مولانا خالد علی خاں (بریلی) کی عنایات سے راقم کو ملا، اس کے بعض صفحات کا عکس اس کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ مسعود

[2] یہ دونوں مجموعے، رسائل رضویہ، ج ۲، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء میں شائع ہو گئے ہیں۔ مسعود

عالمِ عرب اور اسلامی ممالک میں ہوا۔ ہم علمائے عرب کی تقاریظ کا خلاصہ آخر میں ہدیۂ قارئین کریں گے۔

بلاشبہ علم و فضل میں امام احمد رضا کا ان کے معاصرین میں کوئی ہم پلہ نہ تھا، اگر کوئی محقق بغیر کسی تعصب و تنگدلی کے معاصرین کے آثارِ علمیہ اور امام احمد رضا کے آثارِ علمیہ کا تقابلی مطالعہ کریں تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ امام احمد رضا کا ان کے عہد میں کوئی ثانی نہ تھا اور پھر کثرتِ علوم پر امام احمد رضا کو جو عبور اور مہارت حاصل تھی اس کی نظیر اُن کے عہد میں کیا، آج کہیں بھی شاذ ہی نظر آتی ہے۔

علمائے حرمین شریفین میں نہ صرف علمی حیثیت سے بلکہ شخصی حیثیت سے بھی امام احمد رضا کا پایہ بہت بلند تھا جس کا اندازہ اُن سنداتِ اجازتِ حدیث و بیعت سے ہوتا ہے جو امام احمد رضا نے علمائے حرمین کو جاری کیں اور ان مکتوبات سے جو علمائے حرمین نے آپ کو بھیجے[1] نیز خود امام احمد رضا کے ملفوظات[2]، ان کے

؎ اس میں شک نہیں کہ یہ مقالہ نہایت ہی وقیع ہے اور قابلِ مطالعہ، خصوصاً ان حضرات کے لئے جو امام احمد رضا کی فقاہت اور علمیت سے باخبر نہیں۔ مسعود

مفتی سید شجاعت علی قادری (دار العلوم نعیمیہ، کراچی) نے مجدد الامۃ کے نام سے امام احمد رضا کے عنوان سے ایک نہایت ہی وقیع مقالہ عربی زبان میں لکھا ہے جو ۱۳۹۹ھ میں کراچی سے شائع ہو گیا ہے، اس مقالے میں امام احمد رضا کی زندگی اور فکر سے متعلق تقریباً تمام پہلوؤں پر جامعیت کے ساتھ بحث کی گئی ہے، بلاشبہ عربی زبان میں امام احمد رضا پر یہ پہلی کامیاب تصنیف ہے لیکن اس کے بعد ضرورت ہے کہ امام احمد رضا کے ہر پہلو پر مستقل تصانیف پیش کی جائیں، ان کی زندگی ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے۔ مسعود

[1] حامد رضا خاں: الاجازات المتینہ (مشمولہ رسائلِ رضویہ، ج ۲)، ص ۲۵۶-۲۶۷

[2] احمد رضا خاں: الملفوظ، ج ۲، مطبوعہ کراچی، ص ۲ تا ۱۴

صاحبزادے کی نگارشات[1] اور علماء عرب کی تصدیقات کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے[2]
حافظِ کتب الحرم شیخ اسمٰعیل بن سید خلیل نے تو یہاں تک کہہ دیا :-

(ل) بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھٰذا القرن لکان حقا وصدقا[3]

" بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بیشک یہ بات سچی و صحیح ہو۔"

اور شیخ موسیٰ علی شامی ازہری احمدی دردیروی مدنی فرماتے ہیں :-

(ب) امام الائمۃ المجدد لھٰذہ الامۃ[4]

" اماموں کے امام اور اس امتِ مسلمہ کے مجدد"

مجددِ امت، شخصی اور علمی دونوں خوبیوں کا جامع ہوتا ہے تو مندرجہ بالا اقتباسات امام احمد رضا کی جامعیتِ کاملہ کے آئینہ دار ہیں —— مجددِ وقت اپنے عہد کی اصلاح کے لئے آتا ہے اور چہار دانگِ عالم میں اس کا شہرہ ہوتا ہے —— آئیے دیکھیں مولانا سید مامون البری مدنی کیا فرما رہے ہیں :-

(ج) فھو الحقیق بان یقال انہ فی عصرہ اوحد کیف و فضلہ اشھر من نار علیٰ علم[5]

" وہ اس لائق ہیں کہ کہا جائے کہ ان جیسا ان کے زمانے میں کوئی نہیں کیونکہ ان کا فضل و کمال اس آگ سے زیادہ مشہور ہے

---

[1] حامد رضا خاں : کفل الفقیہ الفاہم ، مطبوعہ لاہور ، ص ۴ تا ۸
[2] احمد رضا خاں : رسائلِ رضویہ ، ج ۱ (۱۳۹۴ھ) ، ج ۲ (۱۳۹۶ھ) ، مطبوعہ لاہور
[3] احمد رضا خاں : حسام الحرمین ، مطبوعہ لاہور ، ص ۵۱
[4] احمد رضا خاں : الدولۃ المکیہ ، مطبوعہ کراچی ، ص ۲۶۲
[5] مکتوب سید مامون البری مدنی ، رسائل رضویہ ، ج ۱ ، ص ۱۳۶

جو پہاڑ کی چوٹی پر جلائی جاتی ہے۔"

اور مولانا تفضل الحق مکی، امام احمد رضا کے تعمق و تفکر اور دلائل و براہین کو دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں:۔

(د) الدالۃ علی رسوخ علوم المؤلف العالم العلامۃ الفہامۃ الذی ھو فی الاعیان بمنزلۃ العین فی الانسان [۱]

" یہ جوابات بتا رہے ہیں کہ مؤلف عالم علامہ، فاضلِ فہامہ ہے اور عمائد میں ایسا ہے جیسے بدن میں آنکھ "

واقعی مجددِ عصر کی حیثیت اپنے اعیان و اقران میں ایسی ہی ہوتی ہے جیسے جسمِ انسان میں آنکھ بلکہ "انسان" کی مناسبت سے یہ کہا جائے کہ آنکھ کی پتلی تو زیادہ مناسب ہوگا۔

اجلہ علماءِ حرمین شریفین امام احمد رضا کی جو قدر و منزلت کرتے تھے اس کا کچھ اندازہ اِن واقعات سے لگایا جا سکتا ہے۔

(الف) مکہ معظمہ میں شیخ الخطباء، کبیر العلماء مولانا شیخ احمد ابو الخیر میرداد ضعیفی کی وجہ سے امام احمد رضا کے پاس نہ آسکے چنانچہ انہوں نے یاد فرمایا اور امام احمد رضا کی زبانی رسالہ الدولۃ المکیہ سماعت فرمایا، رخصت ہوتے وقت امام احمد رضا نے ان کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا تو بیساختہ ارشاد فرمایا:۔

انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم [۲]

" ہم آپ کے پیروں کو بوسہ دیں، ہم آپکی جوتیوں کو چومیں۔"

(ب) ۱۳۲۴ھ میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانگی سے ایک روز قبل امام احمد رضا نے

---

[۱] احمد رضا خاں : رسائلِ رضویہ، ج۱، ص۱۳۶

[۲] احمد رضا خاں : الملفوظ، ج۱، ص۱۰

شوقِ زیارتِ روضۂ انور میں یہ جملہ ارشاد فرمایا :-

" روضۂ انور پر ایک نگاہ پڑ جائے پھر دم نکل آئے " [۱]

اس وقت سابق قاضیِ مکۂ معظمہ شیخ صالح کمال موجود تھے، یہ سنتے ہی بے تابانہ انھوں نے فرمایا :-

تعود ثم تعود ثم تکون [۲]

" ہرگز نہیں، روضۂ انور حاضر ہو کر پھر حاضر ہو، پھر حاضر ہو، پھر مدینہ طیبہ میں وفات نصیب ہو "

(ج) مولانا محمد کریم اللہ مہاجرِ مدنی اپنی عینی شہادت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

انی مقیم بالمدینۃ الامینۃ منذ سنین ویاتیها من الهند الوف من العٰلمین فیهم علماء وصلحاء واتقیاء رأیتهم یدورون فی سکک البلد لایلتفت الیهم من اهله وأرى العلماء والکبار العظماء الیک مهرعین وبالاجلال مسرعین ذٰلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء [۳]

" میں سالہا سال سے مدینہ منورہ میں رہتا ہوں، ہندوستان سے ہزاروں انسان آتے ہیں، ان میں علماء، صلحاء، اتقیاء سب ہوتے ہیں، میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گھومتے پھرتے ہیں، کوئی ان کی طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا لیکن ان کی مقبولیت کی عجب شان

---

[۱] احمد رضا خاں : الملفوظ ، ج۲ ، ص ۲۳

[۲] ایضاً : ص ۲۳

[۳] احمد رضا خاں : رسائل رضویہ ، ص ۲۵۴

دیکھتا ہوں کہ بڑے بڑے علماء و بزرگ آپ کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں اور تعظیم بجالانے میں جلدی کر رہے ہیں۔"

امام احمد رضا کی محبوبیت اور مرجعیت کا جو اُس وقت عالم تھا، اس کے کچھ آثار اب بھی نظر آتے ہیں ——— آیئے مولانا غلام مصطفےٰ (مدرس مدرسہ عربیہ اشرف العلوم، راجشاہی، بنگلہ دیش) کی زبانی سنیے :-

(ا) ۱۳۹۰ھ میں حج بیت اللہ شریف کے موقع پر چند رفیقوں کے ساتھ مولانا سید محمد علوی (مکہ معظمہ) کے در دولت پر حاضر ہوئے، جب اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا :-

نحن تلامیذ تلامیذ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان البریلوی رحمۃ اللہ علیہ [۱]

تو سید محمد علوی سروقد کھڑے ہوگئے اور ایک ایک سے معانقہ و مصافحہ کیا اور پھر فرمایا :-

نحن نعرفہ بتصنیفاتہ و تالیفاتہ حبہ علامۃ السنۃ و بغضہ علامۃ البدعۃ [۲]

"ہم امام احمد رضا کو ان کی تصانیف اور تالیفات کے ذریعہ جانتے ہیں، ان سے محبت سنت کی علامت ہے اور ان سے عناد بدعت کی نشانی ہے۔"

(ب) اسی طرح مولانا غلام مصطفےٰ اپنے رفقاء کے ساتھ عمر رسیدہ بزرگ علامہ شیخ محمد مغربی الجزائری سے ملے اور ان سے اپنا تعارف کرایا تو وہ بھی اُٹھ کر

[۱، ۲] غلام مصطفےٰ : سفر نامہ حرمین طیبین (بنگلہ دیش) مطبوعہ ۱۹۶۰ء، ص ۶۶

بدرالدین احمد رضوی : سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ لاہور، ص ۱۹۸

ایک ایک سے بغلگیر ہوئے اور مصافحہ کیا اور فرمایا :-

"حضرتِ علامہ فاضلِ بریلوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) میرے ہمعصر اور میرے دوست تھے، ہم آج بھی ان کے علم و فضل کے مداح ہیں اور ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں" لہ

(ج) ۸۰ سالہ بزرگ مولانا عبدالرحمٰن سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے امام احمد رضا کے تبرکات دکھائے جو اُن کے پاس محفوظ تھے اور فرمایا:

"میں اس وقت چھوٹا تھا اور ذی ہوش تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علمائے حرم شریف جب اعلیٰ حضرت سے ملتے تو ان کی دست بوسی کرتے اور اتنا احترام فرماتے کہ میں نے اتنا احترام کسی ہندوستانی عالم کا نہیں دیکھا"

ڈاکٹر محمد مسعود

پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ

سندھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ

۱۳۳۵ھ

الحمد للہ علام الغیوب۔ غفار الذنوب۔ ستار العیوب۔ المظہر من ارتضیٰ من رسول علیٰ أسرا المحجوب وافضل الصلوٰت واکمل السلام علی ارضی من ارتضی واجب المحبوب سید المطلعین علی الغیوب الذی علّمہ ربہ تعلیماً وکان فضل اللہ علیہ عظیماً۔ فہو علی کل غیب امین۔ وماھو علی الغیب بضنین ولا ھو بنعمۃ ربہ بمجنون مستور عنہ کان ومایکون فہو شاھد الملک والملکوت وشاھد الجبار والجبروت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو اس انداز سے مشاہدہ فرماتے ہیں کہ آپ کی چشم مبارک میں نہ کجی پیدا ہوتی ہے اور نہ کوتاہی پیدا ہوتی ہے۔ آج لوگ اس بات پر شک کرتے اور جھگڑتے ہیں۔ جسے آپ کی نگاہ نے دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا قرآن نازل فرمایا۔ قرآن ہر ایک چیز کو صاف صاف بیان کرتا ہے حضور نبی کریم عالم ماکان ومایکون تھے ماضی اور مستقبل کے تمام علوم پر نگاہ رکھتے تھے۔ وہ ایسے علوم تھے جنکی نہ حد ہے نہ حساب ان علوم پر آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو عبور حاصل نہیں تھا

سیدنا آدم علیہ السلام کے علوم ۔ تمام دنیا علوم اور لوح محفوظ کے علوم کو ملا کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے مقابلہ میں رکھا جائے تو ایک سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرۂ آب کی حیثیت سامنے آئیں گے۔ اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام علوم اللہ جل جلالہٗ کے غیر متناہی علوم کے سمندر کے مقابلہ میں ایک چھینٹا یا چلو ہیں ۔ حضور اپنے اللہ سے مدد لیتے ہیں اور ساری کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد لیتی ہے ۔ دنیا کے اہل علم کے پاس جتنے علوم ہیں ۔ وہ سب حضور کے علوم کا صدقہ ہیں اور حضور کے وسیلہ سے ملے ہیں۔ یہ تمام علوم حضور کی سرکار سے آئے اور حضور کے دربار سے ملے ۔

وکلھم من رسول اللّٰہ ملتمس   غرفا من البحر او رشفا من الدیم

وواقفون لدیہ عند حدھم   من نقطۃ العلم او من شکلتہ الحکم[۱]

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ الہٖ وصحبہ وبارک وکرم ۔ آمین ۔

جن دنوں میں مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھا ۔ میرے سامنے ہندوستان کے رہنے والوں نے سید الانبیاء افضل الصلوٰۃ والسلام علی آلہ واصحابہ کے علوم کے متعلق ایک سوالنامہ پیش کیا ۔ یہ پیر کا دن تھا ۔ پچیس ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو عصر کا وقت تھا ۔ مجھے دیکھتے ہی گمان ہوا کہ یہ سوال ان وہابیہ کا اٹھایا ہوا ہے جنہوں نے ہندوستان میں اللہ اور اس کے رسول کے خلاف توہین آمیز گفتگو کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا اور اس موضوع پر کتابیں بھی لکھی تھیں ۔ چونکہ مکہ مکرمہ

---

[۱] رسول اللہ تم سے مانگتا ہے ہر بڑا چھوٹا   تیرے دریا سے چلو یا تیرے باراں سے اک چھینٹا

تیرے آگے کھڑے ہیں اپنی حد پر تیرے علموں سے   کوئی نقطہ ہی پر ٹھہرا کوئی اعراب پر ٹھٹکا !

صاحبزادہ حامد [illegible]

ایک پُر امن اور امان یافتہ شہر ہے۔ اور اس میں بے پناہ علماء دین موجود ہیں۔ یہاں اگر کسی سُنّی کو مسئلہ درپیش ہو تو ان سے دریافت کر لیتا ہے۔ مکّہ معظمہ کے علماء علوم دینیہ کے بحرِ ناپید اکنار ہیں لوگ انہیں چھوڑ کر تنگ نہروں کے کناروں پر نہیں جاتے۔

مکّہ مکرمہ کے علماء کرام (حفظہم اللہ تعالیٰ) ہمارے سردار ہیں۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم اور دوسرے مسائل پر وہابیّہ کے اعتراضات کا جامع جواب دیتے ہیں۔ ایک دو بار ایسے مسائل کی تشریح کی جس سے تمام اہلِ ایمان کو اطمینان ہو گیا۔ دلوں کے زنگ دُور ہو گئے۔ دماغ روشن ہو گئے اور عیب مٹ گئے۔ ان تشریحات سے وہابیہ پر موت کا عالم طاری ہو گیا۔ یہ بندۂ ضعیف (احمد رضا خاں بریلوی) بھی اپنے اللہ کے فضل وکرم سے اپنے باپ دادا کی درخشاں سنت پر گامزن رہتے ہوئے وہابیہ پر قیامت برپا کرتا رہتا ہے۔ میں نے اب تک دو سو سے زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں[1]۔ اور اکابر وہابیّین کو دو چار بار ہی نہیں کئی بار دعوت مناظرہ دی مگر یہ لوگ جواب دینے سے بھی عاری رہے اور مبہوت ہو کر رہ گئے۔

جو لوگ ہندوستان میں بیٹھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور سبّ وستم سے باز نہیں آتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ اور کذب کی نسبت قائم کرتے ہیں وہ میدان مناظرہ سے بھاگ اُٹھتے ہیں۔ دم دبا

---

[1]: یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت مولف علّام کی دو سو کتابیں شائع ہوئی تھیں۔ ایک وقت آیا جب آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار دو سو تک پہنچی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے:۔۔۔۔ مولفہ مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ (مترجم)

کر غائب ہو جاتے ہیں پھر زندگی بھر سامنا نہیں کر پاتے۔ ان میں سے اکثر راہی ملک
عدم ہو چکے ہیں مگر جو باقی رہ گئے ہیں وہ عنقریب اسی ذلت سے دُنیا سے چلے جائیں
گے ان کی موت حیرانی۔ اور بدحواسی میں ہو گی۔

انہیں یہ معلوم ہوا کہ میں مکّہ معظمہ میں چند دنوں کے لیے قیام پذیر ہوں۔
میرے پاس حوالے کی کتابیں نہیں ہیں۔ بیت اللہ کی زیارت میں مصروف ہوں۔
اور اپنے مولا و آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر (مدینہ) کی طرف
جانے والا ہوں۔ ایسے موقعہ پر اُنہوں ایک سوالنامہ گھڑا اور سامنے لا رکھا۔ انہیں
اُمید تھی کہ کتابوں کے بغیر۔ مدینہ پاک کی تیاری میں جواب نہیں دے سکوں گا اور
وہ خوش ہو کر کہتے پھریں گے کہ احمد رضا خاں جواب نہ دے سکا اور اس طرح وہ
اپنی خفت کا انتقام لے لیں گے۔ مَیں پہلے تو خاموش رہا حالانکہ اس سے پہلے
مَیں ان کے بڑوں کو کئی بار چُپ کرا چکا تھا۔ مگر انہیں کیا معلوم کہ مَیں دین متین
کی امان میں ہوں۔ دین کی نصرت اور امداد کرنے والا خود منصور و محفوظ ہوتا ہے
اللہ تعالیٰ کی قوّت ہے۔ جب وہ کسی چیز کو کہتا ہے ہو جا۔ تو وہ ہو جاتی ہے۔
مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے قوت بخشی۔ چنانچہ مجھے خیال آیا کہ مَیں
اس سوالنامے کے دو طرح کے جوابات تیار کروں ایک تو اہل حق اور سائل کے لیے
تاکہ وہ راہ ہدایت پالیں اور دوسرا ان ہٹ دھرم حملہ کرنے والوں کے لیے، چنانچہ
مَیں نے قلم اٹھایا اور ہر ایک کے لیے ایسا جواب تیار کیا جس کے وہ قابل تھا۔

نظرِ اوّل

دین کا دار و مدار

یاد رکھیں کہ دین کا دار و مدار اس بات پر ہے جس سے نجات اخروی میسّر ہو۔ پورے قرآن پاک پر ایمان لانا نہایت ضروری ہے۔ دُنیا میں بہت سے گمراہ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بعض آیات پر ایمان لے آتے تھے مگر بعض کو نظر انداز کر دیتے تھے۔ ان میں قدریہ فرقہ مشہور رہے (یہ لوگ اپنے آپ کو اپنے افعال کا خالق جانتے تھے) وہ اس آیۃ کریمہ پر ایمان لائے۔

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ط

ترجمہ: ہم نے ان پر ظلم نہ کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

مگر وہ اس آیۃ کریمہ سے منکر رہے:-

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ:

اللہ تعالیٰ تمہارا بھی خالق ہے اور تمہارے اعمال کا بھی۔

ایسے ہی ایک فرقہ جبریہ ہے یہ لوگ انسان کو پتھر کی طرح مجبورِ محض جانتے تھے۔ وہ اس آیۃ کریمہ پر ایمان لائے تھے۔

وَمَا تَشَاءُوْنَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ:- تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہیئے اللہ جو مالک ہے سارے جہاں کا۔

جبریہ اس آیۃ کریمہ کے منکر ہیں:-

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَ

ترجمہ:- ہم نے انکی سرکشی کا بدلہ دیا بیشک

اِنا لَصٰدِقُون۔ ہم ضرور سچے ہیں۔

خارجی لوگ گناہ کبیرہ کرنے والے کو بھی کافر کہتے ہیں۔ وہ اس آیۃ کریمہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

وَ اِنّ الفجّار لَفِی جَحِیْمٍ وَّیَصْلَوْنَھَا یَوم الدِّین ط ترجمہ:۔ بے شک فاجر لوگ ضرور جہنم میں جائیں گے وہ قیامت کے دن اس میں جائیں گے۔

پھر یہ لوگ اس آیۃ کریمہ کا انکار کرتے ہیں۔

اِن اللہ تعالیٰ لَا یَغْفِرُ اَن یُّشْرِکَ بِہٖ یَغْفِرُ مَا دُون ذَالِکَ لِمَن یَّشاءُ؛ ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا مگر اس کے علاوہ جتنے گناہ ہیں۔ جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

فرقہ مرجئیہ کا عقیدہ ہے کہ مسلمان کوئی بھی گناہ کرلے اسے نقصان نہیں ہوتا۔ وہ اس آیۃ کریمہ پر ایمان لاتے ہیں۔

لَا تَقْنَطُوا من الرحمۃ اللہ اِنَّ اللہ یغفر الذنوب جمیعا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ط ترجمہ:۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہونا۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مگر یہ لوگ اس آیۃ کریمہ سے انکار کرتے ہیں۔

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْءً یُّجْزَ بِہٖ۔ ترجمہ:۔ جو شخص بُرا کام کرے گا اسے بدلہ دیا جائے گا۔

اس قسم کی ہزاروں مثالیں ہیں جو مختلف مذاہب اور فرقوں کے بارے میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ علم کلام کی کتابوں میں ایسی دلیلیں کثرت سے ملتی ہیں۔

علم غیب قرآنی آیات کی روشنی میں

قرآن عظیم کی قطعی نص ہے۔ لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ : ترجمہ زمین و آسمان والوں میں کوئی غیب نہیں جانتا۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا۔

لا یظھر علیٰ غیبہٖ احدا الا من ارتضیٰ من رسول : ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ مسلط نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

پھر مزید فرمایا:

وَ مَا ھُوَ عَلیٰ الغیب بِضَنِینٍ ط ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر بخیل نہیں ہیں۔

پھر فرمایا:۔

وَ قَالَ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ، فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْماً ط ترجمہ:۔ اے نبی اللہ نے آپ کو سکھایا جو کچھ آپ پہلے نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

ایک اور آیۃ کریمہ میں فرمایا:۔

ذٰلِکَ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ وما کُنْتَ لَدَیْھِمْ اذ اجمعوا اَمْرَھُمْ وَھُمْ یَمْکُرُوْن ط ترجمہ:۔ یہ غیب کی خبریں ہیں۔ جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔ آپ انکے پاس نہ تھے جب ان بھائیوں نے دھوکا کیا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:۔

تِلْکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْھَا ترجمہ:۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ

ایک ۔ کی طرف وحی کرتے ہیں ۔

مندرجہ بالا آیات قرآنیہ کے علاوہ بہت سی اور آیات بھی ہیں ۔ جن میں غیب کے علوم پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ ان آیات میں نفی اور اثبات دونوں قسم کے دلائل ملتے ہیں یہ دونوں ایمان کا حصہ ہیں ان سے انکار کفر ہے ۔ ایک مسلمان ان تمام آیات پر ایمان لاتا ہے وہ اختلافی راہوں پر نہیں چلتا ۔ نفی اور اثبات دونوں ایک نتیجہ پر وارد نہیں ہو سکتی ۔ ہمیں ان کے جدا جدا نتائج تلاش کرنا پڑیں گے ۔

میں اپنے اللہ کے فضل اور اس کی قوت سے میدان تحقیق میں قدم رکھتا ہوں اور جو شخص اس میدان میں دھوکا دے گا یا فریب دے گا ۔ اس پر وار کروں گا ۔

علم کی تقسیم

علم کی ایک تقسیم تو اس کے مصدر کے اعتبار سے ہوتی ہے[1] ۔ یعنی جہاں سے وہ صادر ہوا مگر اس کی دوسری تقسیم اسکے متعلق کے اعتبار سے ہے ۔ یعنی جسکے متعلق وہ علم ہے ان سے ایک اور تقسیم ظاہر ہوتی ہے ۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ تعلق کس طرح کا ہے ۔

تقسیم کے اعتبار سے علم یا تو ذاتی ہوگا (جبکہ نفس ذات عالم سے صادر ہو) ۔

---

[1] اس تقسیم کی روشنی میں کوئی غبار ۔ علم الٰہی اور علم عباد میں باقی نہیں رہتا ۔ کم فہموں نے علماء اہلسنت وجماعت کی عبارات اور تحقیقات سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر جو اعتراضات کیے ہیں وہ خود بخود رفع ہو جاتے ہیں ۔ حضور کے علم غیب کو اللہ کے علوم غیبیہ کے برابر جاننے والے اپنی کم فہمی پر بات کرتے ہیں ۔ یہ ایک روشن دلیل اور واضح تقسیم ہے ۔ اس لطیف استدلال کے بعد کسی کو شبہ باقی نہیں رہے گا ۔

(حمدان الوینی المالکی مدرس حرم نبوی شریف)

مدینہ طیبہ کے علماء کرام میں سے حضرت علامہ محمد مغرب مولانا حمدان (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے) کا پہلا حاشیہ جسے آپنے میری کتاب پر ثبت فرمایا تھا ۔

یا عطائی ہوگا۔ ذاتی ہونے کی بنا پر ان علوم میں غیر کی کوئی شرکت نہیں ہوگی نہ غیر کی عطا ہوگی۔ نہ غیر اس کا سبب بنے گا مگر عطائی وہ علم ہے جو دوسرے کی عطا ہو۔ ذاتی تو صرف ذات باری تعالیٰ سے ہی مخصوص ہے کسی غیر اللہ کو اس علم میں حصہ نہیں ہے اور جہان میں ایسا علم کسی کے لیے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ جو شخص کسی کو ایک ذرہ سے کمتر بھی ذاتی علم ثابت کرے گا۔ وہ یقیناً مشرک ہو جائے گا اور تباہ و برباد ہوگا۔

دوسری قسم کا علم (عطائی) اللہ کے بندوں کو عطا کیا گیا ہے اور یہ صرف بندہ سے ہی مخصوص ہے۔ اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہیں کی جاسکتی۔ اللہ کے ساتھ علم عطائی کی نسبت قائم کرنے والا قطعی کافر ہوگا۔ اور مشرک اکبر کا مرتکب ہوگا۔ کیونکہ شرک وہ ہے جو کسی دوسرے کو اللہ کے برابر جانے مگر اس نے تو غیر اللہ کو اللہ سے بھی برتر بنا لیا۔ یا وہ اس جہالت میں ہے کہ اس نے اپنا علم و خیر خدا کو عطاء کر دیا (نعوذ باللہ)۔

دوسری قسم کے اعتبار سے علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مطلق العلم۔ یہ مطلق العلم وہی ہے جو علم اصول کی اصطلاح میں ہے۔ ایسا علم ثابت کرنے کے لیے کسی ایک فرد کا ـــــ ہونا ضروری ہے مگر نفی کرنے سے تمام افراد کی نفی ہو جاتی ہے۔ یہ مطلق یا تو فرد غیر معین ہے یا نفس ماہیت جو کسی فرد میں ہو کر پائی جاتی ہے۔ اس بحث اور تحقیق کو" اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد "میں قضیہ موجبہ کی بحث میں خاتم المحققین حضرت والد ماجد قدس سرہٗ نے نہایت خوبی سے بیان فرمایا ہے۔

دوسری قسم علم مطلق ہے جس سے میری مراد وہ ہے جو عموم و استغراق حقیقی کا مفاد ہے ایسی قسم کا ثبوت اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک تمام افراد موجود

نہ ہوں۔ یہ کسی ایک شخص کی نفی سے منتفی ہو جاتا ہے یہاں موجبہ کلیتہ" ہوگا اور سالبہ جزئیہ"۔ ایسے علم کا تعلق دو درجوں پر ہوتا ہے۔ ایک اجمالی اور دوسرا تفصیلی۔ جس میں ہر علوم جدا اور ہر تفصیل اور مفہوم دوسرے سے ممتاز ہوتی ہے یعنی عالم کو جتنی معلومات ہوں۔ جزئی ہوں یا کلی۔ کل ہوں یا بعض۔

اس دوسری قسم کی بھی چار قسمیں ہیں۔ ایک تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی خاص ہے۔ اس کا نام علم مطلق تفصیلی ہے۔ جس پر یہ آیۃ کریمہ دلالت کرتی ہے۔

كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ط ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ہر شے کا جاننے والا ہے۔"

ہمارا رب کریم اپنی ذات کریم اور اپنی غیر متناہی صفتوں کے ساتھ ان تمام حادثوں کو جو موجودہ ہیں یا کبھی تھے۔ یا ابدالاباد تک ہوتے رہیں گے۔ پھر وہ تمام ممکنات جو کبھی موجود نہ تھیں اور کبھی نہ ہوں گی۔ بلکہ تمام محالات کو جاننے والا ہے تمام مفہومات میں سے کوئی ایسی چیز نہیں جو علم الٰہی کے دائرہ میں نہ ہو۔ وہ ان تمام کو پوری تفصیل کے ساتھ جانتا ہے ازل سے ابد تک تمام کی تمام چیزیں اس کے علم میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات غیر متناہی ہے۔ اس کی صفتیں بھی غیر متناہی ہیں اسکی ہر صفت غیر متناہی ہے اعداد میں غیر متناہی ہے۔ ایسے ہی ابد کے دن اور اس کے تمام لمحات اور گھڑیاں اس کے علم میں جنت کی نعمتوں سے ہر نعمت دوزخ کے عذابوں میں سے ہر عذاب جنتیوں اور دوزخیوں کی سانسیں یا پلکوں کا جھپکنا ان کی ادنیٰ سی جنبش اور ان کے سوا اور چیزیں اس کے علم میں ہیں اور غیر متناہی ہیں — بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہر ہر ذرہ میں غیر متناہی علم ہیں۔ اس لیے کہ ہر ذرہ کو ہر ذرہ سے جو ہو گزرا یا آئندہ ہوگا یا ممکن ہے کہ ہو کوئی نہ کوئی نسبت قرب بُعد اور جہت میں ہو گی۔ زمانوں میں بدلے گی اور زمان و مکان

کے بدلنے میں جو اثرات واقع ہوں گے یا ہوتے ہیں روزِ اوّل سے زمانہ نامحدود تک اللہ تعالیٰ کو بالفصل معلوم ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی و غیر متناہی اور غیر متناہی ہے۔ اہلِ حساب کی اصطلاح میں یہ تیسری قوّت ہے جسے مکعب کہا جاتا ہے۔

عدد جب اپنے نفس میں ضرب دیا جائے تو مجذور بن جاتا ہے۔ مجذور کو جب اسی عدد سے ضرب دی جائے تو مکعب بن جاتا ہے۔ یہ تمام باتیں صرف حساب والوں کے ذہنوں میں ہی نہیں دین سے واقف علماء اکرام پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ یہ بات بلا شبہ تسلیم شدہ ہے کہ کسی مخلوق کا علم آنِ واحد میں غیر متناہی بالفصل کی پوری تفصیلات کے ساتھ ہر دوسرے فرد پر محیط نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ممتاز جب ہوگا کہ ہر فرد کی جانب خصوصیت کے ساتھ لحاظ کیا جائے۔ اور غیر متناہی لحاظ ایک آن میں حاصل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ مخلوق کا علم خواہ کتنا ہی وسیع اور کثیر ہو۔ یہاں تک کہ عرش سے فرش تک اوّل سے آخر تک اور اس کے کروڑوں درجوں پر بھی ہو۔ تب بھی محدود ہوگا[1]۔ کیونکہ

---

[1] کتاب کی تسوید کے وقت یہ بات میں نے قوتِ ایمانی سے لکھ دی تھی۔ مگر بعد میں امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر دیکھی تو اسکی تصریح وکذالک نری ابراھیم کی تفسیر میں مطالعہ کی۔ تو آپ نے لکھا کہ میں نے اپنے والد مکرم حضرت امام عمر ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا تھا۔ اُنہوں نے حضرت ابوالقاسم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو امام الحرمین کی روایت بیان فرماتے ہوئے سُنا کہ معلومات الٰہیہ تمام غیر متناہی ہیں۔ اور ان معلومات میں ہر ہر فرد کے متعلق غیر متناہی معلومات ہیں ہر فرد کا بدل بدل کر بے نہایت چیزوں میں پایا جانا ممکن ہے اور بدل بدل کر غیر متناہی صفات سے متصف ہونا بھی ممکن ہے۔

عرش و فرش دو سمتیں ہیں دو کنارے ہیں۔ روز اوّل سے روز آخر تک بھی دو حدیں ہیں جو چیز دو چیزوں میں گھر جائے وہ متناہی ہو گی۔ غیر متناہی تو نہ ہوئی البتہ حد کے بغیر کسی چیز کا ہونا غیر متناہی ہو سکتا ہے۔ بامعنی متناہی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے علم میں محال ہے۔ اس واسطے کہ اسکی صفتیں اور اس کا علم تو پیدا ہونے سے بدتر ہے۔ ثابت ہوا کہ لامتناہی بالفعل ہونا اللہ تعالیٰ کے علوں سے خاص ہے اور علم متناہی اس کے بندوں کے علم سے خاص ہے۔

مندرجہ بالا فلسفانہ خیالات اور منطقیانہ استدلال سے قطع نظر اللہ تعالیٰ کے علوم لامتناہیہ پر قرآن پاک کا یہ ارشاد کافی ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ؕ ترجمہ:۔ اللہ ہر چیز پر محیط ہے۔

ذاتِ الٰہی محدود نہیں۔ اس کی مخلوق سے کسی کے لیے ممکن نہیں کہ وہ محدود نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ جیسا وہ ہے تمام وکمال ویسا ہی ہے۔ اسے مکمل پہنچا نا نہیں جا سکتا۔ ہاں اگر یہ کہہ لیا جائے کہ مجھے اللہ کی معرفت حاصل ہو گئی ہے۔ تو درست ہے مگر یہ کہنا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی اتنی معرفت حاصل ہو گئی ہے کہ اب مزید کچھ باقی نہیں رہا۔ تو یہ نادرست ہے۔ حالانکہ اس طرح اللہ کی ذات محدود ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ انسان کی معرفت اور عقل کے احاطہ میں آجاتا ہے حالانکہ وہ برتر ہے۔ اسے کوئی چیز احاطہ نہیں کر سکتی۔ وہ تو سب پر محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اولیاء۔ صالحین اور مومنین اپنے اپنے مراتب و درجات کے مطابق اللہ کی معرفت حاصل کرتے ہیں وہ اسی فرق کے اعتبار سے اپنے مراتب حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح انہیں ابدالآباد تک اللہ کی معرفت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے مگر باایں ہمہ وہ اللہ کے علوم کی تمام کمال معرفت پر قادر نہیں ہو سکیں گے ہاں انہیں قدر متناہی حاصل ہوتی رہے گی۔

اس سے ثابت ہوا کہ جمیع معلوماتِ الہیہ پر کسی مخلوق کا محیط ہونا عقلاً اور شرعاً دونوں طرح سے محال ہے۔ اگر تمام اوّلین و آخرین کے تمام علوم جمع کر لیے جائیں تو ان کے مجموعہ کو علوم اللّٰہیہ کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ ہم سمجھنے کے لیے یوں کہہ سکتے ہیں کہ اگر علوم اللّٰہیہ کے دس لاکھ سمندر رکھے جائیں تو تمام مخلوقات کے علوم کا مجموعہ ان کے سامنے ایک قطرہ کا حصّہ بھی کم ہے اور محدود ہے۔ علوم مخلوقات کا دریائے زخار متناہی ہے۔ متناہی کو متناہی سے تو ایک نسبت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ہم بوند کے مقابلہ میں دس لاکھ سمندروں کی مثال پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ سمندر ایک وقت پر فنا ہو جائیں گے کیونکہ یہ دس لاکھ سمندر بھی متناہی ہیں۔ اس کی جتنی بھی مثالیں پیش کرتے جائیں متناہی ہی ہوں گی۔ غیر متناہی تک ان کی رسائی نہیں ہو سکے گی۔ غیر متناہی ہمیشہ باقی رہے گا اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کے اوصاف نامتناہیہ کے سامنے فانی علوم کی کوئی حیثیت و نسبت نہیں ہے۔

حضرت خضر و موسیٰ کے علوم

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہی ہوئی بات کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا کہ چڑیا نے سمندر سے چونچ بھر کے پانی پی لیا۔ سابقہ علوم غیر متناہی اللہ کی ذات تک محدود ہیں۔

اب ہم علم کی ان تین قسموں پر گفتگو کریں گے۔ جن میں سے ایک پر اوپر بحث ہو چکی ہے۔ علم مطلق اجمالی اور مطلق علم جمالی اور مطلق علم تفصیلی۔ یہ علوم اللہ کی ذات کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔ " بشرط لا شئے " تو بندوں سے ہی خاص ہیں۔ علم مطلق اجمالی بندوں کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ عقلاً ثابت ہے اور ضروریاتِ دین کا حصہ ہے۔ جس طرح ہم ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے کو جانتا ہے "ہر شئے"

کہہ کر ہم نے جمیع معلومات الٰہیہ کا لحاظ کر لیا اور ان سب کو اجمالی طور پر جان لیا۔ جو اسے اپنے لیے نہ جاننے وہ اپنے ایمان کی نفی کرتا ہے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہے (العیاذ باللہ)

اللہ تعالیٰ بکل شیئٍ علیم ط ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے۔ جب علم مطلق بندوں کے لیے ثابت ہو گیا۔ تو مطلق علم اجمالی اپنے آپ ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مطلق علم تفصیلی بھی بندوں کے لیے مختص ہے۔ ہم قیامت۔ جنت۔ دوزخ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات۔ اسکی صفات کو ایمان کا حصہ بناتے ہیں۔ یہ ایمان کے اصول ہیں۔ حالانکہ یہ ساری چیزیں غیب ہیں اور ہر ایک، ایک دوسرے سے ممتاز پہچاننا تو ثابت ہوا کہ اس طرح غیبوں کا مطلق علم تفصیلی ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ پھر انبیاء کرام کا تو مقام ہی بلند ہے۔

غیب پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیب پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے۔ جو غیب کو جانتا ہی نہیں وہ اس کی تصدیق کیسے کرے گا اور جو تصدیق نہیں کرے گا۔ وہ اس پر ایمان کیسے لائے گا تو ثابت ہوا کہ جو علم اللہ تعالیٰ سے خاص ہے۔ وہ ذاتی ہے، لیکن علم مطلق تفصیل جو جمیع علوم الٰہیہ کو استغراق حقیقی کے ساتھ محیط ہو۔ جن علوم میں اللہ تعالیٰ غیر خدا کو منع فرمایا ہے وہ علم ذاتی ہیں۔

مگر جن آیات میں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے عطا فرمایا ہے اور اس کا ذکر کیا ہے وہ علم عطائی ہے۔ خواہ وہ علم مطلق اجمالی ہو۔ یا مطلق علم تفصیلی ہو۔ انہی علوم میں اپنے بندوں کی مدح فرماتا ہے اور اسی عطائی علم کی وجہ سے وہ اپنے بندوں کو ممتاز قرار دیتا ہے۔

۱۔ وبشروا بغلام علیم ط — ملائکہ نے ایک علم والے لڑکے کی خوشخبری سنائی۔

۲۔ وانہ لذو علم کما علمنٰہ ط — بے شک حضرت یعقوب ہمارے علم دینے سے ضرور علم والے ہیں۔

۳۔ علمناہ من لدنا علما ط — ہم نے خضر علیہ السلام کو علم لدنی عطا فرمایا۔

۴۔ علمک مالم تکن تعلم ط — اے نبی اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ علم دیا جسے آپ نہ جانتے تھے۔

ان آیات کے علاوہ اور بھی بے شمار آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو علم عطا کرنے کی تفصیل بیان فرماتا ہے مگر ہر آیت میں علم عطائی ہی مراد ہے۔ جن آیات میں بندوں کو علم غیب دینا فرمایا گیا ہے۔ وہ عطائی علم غیب ہے۔ یہ آیاتِ قرانیہ کے ایسے سچے معانی ہیں کہ کسی کو انکار کی گنجائش نہیں اور نہ ان کے علاوہ کوئی دوسرے معانی بیان کیے جا سکتے ہیں۔

یہ عقیدہ ضروریات ایمان میں سے ہے۔ جو اس کا انکار کرتا ہے وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ وہ معانی ہیں جسے علماء اسلام نے نفی اور اثبات میں تطبیق کی ہے۔ امام اجل حضرت زکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں ایسا ہی بیان کیا ہے۔ امام ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ حدیثیہ میں اور اہلسنت و جماعت کے دوسرے مستند علماء کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں اسی نظریہ کو پیش کیا ہے۔

غیر خدا سے "علم غیب کی نفی" سے مراد ذاتی علم غیب ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کسی مخلوق کا علم جمیع معلومات الٰلیہہ پہ محیط نہیں ہو سکتا۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے اور آفتاب عالم تاب کی طرح روشن ہے کہ جو شخص

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ جسے آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے تھے ۔سے انکار کرتا ہے ۔وہ خارج از ایمان ہے ۔ہمارے ملک میں وہابیہ تو اس حد تک گستاخ ہو گئے ہیں کہ وہ برملا کہتے پھرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاتمے کا حال بھی معلوم نہ تھا۔ نہ آپ کو اپنی امت کے خاتمے کا علم تھا۔

۱۳۱۸ھ میں ان لوگوں نے مجھے دہلی میں ایک ایسا ہی سوالنامہ بھیجا تھا۔ میں نے اس کے جواب میں ایک کتاب بنام اِنباء المصطفیٰ بحالِ سِرٍّ و اَخفیٰ لکھی۔ اس کتاب سے وہابیہ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ یہ لوگ اس چیز کی نفی کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے حالانکہ اُنکے یہ دعوے ان کے ایمان کی نفی کرتے تھے۔ اور انکی زیاں کاری کا منہ بولتا ثبوت تھے وہ اپنے ان کفریہ کلمات کی وجہ سے کافر اور مرتد ہو گئے تھے[1]۔

[1] یہ فتویٰ ہمارے رب جلیل کا ہے اس نے فرمایا:

لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ کَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِیۡمَانِکُمۡ ، ترجمہ:۔ اب تم حیلے بہانے نہ کرو۔ تم ایمان لانے کے بعد کافر (مرتد) ہو گئے ہو۔

حضرت ابن ابی شیبہ و ابن جریر۔ ابن منذر۔ ابن ابی حاتم ابو الشیخ نے مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر سن کر ایک منافق نے کہا کہ "محمد تو صرف یہ بات بتاتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں وادی میں ہے۔ وہ غائب کیا جانیں؟"

یہی خیال انکار نبوت ہے۔ علامہ قسطلانی رضی اللہ عنہ نے مواہب شریف میں فرمایا نبوت غیب پر اطلاع ہے۔ پھر فرمایا نبوت مشتق ہے۔ نبا سے۔ اور اس کا معنی خبر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبریں سنانے والا بنا کے بھیجا۔

پھر وہابیہ نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بات کہہ کر کتنا بڑا کفر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ اپنے خاتمے کا حال معلوم تھا۔ نہ امت کے خاتمے کا۔ یہ بھی بہت سی روشن آیات کا انکار ہے۔

۱۔ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ بے شک آپ کی آخرت دنیا سے بھی بہتر ہوگی۔

۲۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ بے شک عنقریب اللہ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

۳۔ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ نورھم یسعیٰ بین ایدیھم۔ وبایمانھم ط اس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی کو نہ ان ایمان والوں کو جو آپ کے ساتھ ہیں۔ ان کا نور ان کے آگے پیچھے دوڑ رہا ہوگا۔

۴۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا ط عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔

۵۔ انما یرید لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ نبی کے گھر والو۔ تم سے ناپاکی دور رہے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔

۶۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً ط بے شک ہم نے آپ کے لیے فتح مبین عطا کی۔ آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دے گا اور اپنی نعمت آپ پر تمام کر دے گا اور اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔ اللہ تمہاری مدد کرنے

(حاشیہ دوسرے صفحہ پر)

والا اور عزت دینے والا بڑا ہے۔

۷۔ لیدخل المومنین والمومنات جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ویکفر عنہم سیاٰتہم۔

تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والے مومن مردوں اور عورتوں کو جنت میں داخل کرے جس میں نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان کے گناہ ان سے مٹا دیئے جائیں گے۔ اور یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی مراد پانا ہے۔

۸۔ الذی ان یشاء جعل لک خیرا من ذالک۔ جنٰت تجری من تحت الانہار یجعل لک قصورا۔

وہ اگر چاہے تو اس سے بہتر کر دے جنتیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور تمہارے لیے اونچے محلات بنائے گا۔

ان ایات کی تشریح وتفسیر پر جو بے شمار احادیث معنی واحد پر تواتر سے آئی ہیں۔ وہ ایک بحر بے کراں ہے اور انہیں از بر کرنا مشکل ہے مگر اللہ کے کلام اور حضور کی احادیث کے بعد کونسا کلام ہے جس پر ایمان لایا جائے۔

لہ لک: میں لام تعلیل ہے اور ذنب کی اضافت ملابست سے ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ معاف کر دے گا اللہ تمہارے سبب یا تمہاری وجاہت سے تمہارے گھر والوں کی خطائیں۔ گناہ یا لغزتیں۔ تمہارے اباؤ اجداد کی لغزتیں جن میں آبا واجداد شامل نہیں حضرت سیدنا عبداللہ سیدہ آمنہ سے لے کر سیدنا آدم وحوا تک اور پچھلے ذنوب ان بیٹے بیٹیوں پوتوں نواسوں بلکہ ساری نسل معنوی جو قیام قیامت تک اہلسنت تھیں۔ بخش دیئے جائیں گے۔ یہ تاویل ہمارے نزدیک بہتر اور مشربیں تر ہے۔

نظر دوم

ذاتی اور عطائی علم میں فرق

سابقہ صفحات کے مطالعہ کے بعد ایک کوتاہ نظر انسان کی آنکھیں ان آیات کی روشنیوں سے چمک اٹھیں گی کہ تمام مخلوقات کے جملہ علوم ہمارے رب العالمین کے علوم کی برابری کا شمہ بھی نہیں کر سکتے۔ ایک مسلمان کے دل میں ذرہ بھر اس خدشہ کا احتمال نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علوم اور اس کی مخلوقات کے علوم کا کوئی موازنہ یا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کو اتنا بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ کا علم ذاتی ہے اور مخلوق کا عطائی۔ اللہ کا علم اس کی ذات سے واجب اور خلق کا علم حادث (کیونکہ تمام مخلوقات حادث ہے) صفت موصوف سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ اللہ کا علم مخلوق نہیں۔ خلق کا علم مخلوق ہے۔ اللہ کا علم کسی کے زیرِ قدرت اور تابع نہیں ہے۔ علم الٰہی ہمیشہ واجب اور دائم ہے۔ مخلوق کا علم حادث اور عارضی ہے۔ علم الٰہی کسی طرح بدل نہیں سکتا۔ خلق کا علم تغیّر پذیر ہے۔ اس فرق اور امتیاز کے باوجود کوئی شخص برابری کا تصور کر سکتا ہے؟ ہاں صرف وہی بدبخت لوگ ایسی اُلجھن میں گرفتار ہوں گے جن پر اللہ کی لعنت ہے۔ وہ حق کی بات سے بہرہ ہو چکے ہیں۔ ان کی آنکھیں نور سے محروم ہو چکی ہیں۔ ہم پورے وثوق اور ایمان سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسا فرض کرنا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے علوم اللہ تعالیٰ کے علوم پر محیط ہیں۔ بھی خیال باطل ہے علم الٰہی سے برابری پھر بھی نہیں ہو سکتی اور ان وسیع اور واضع فرقوں کے ہوتے

ہوئے علوم الہیہ (ذاتی) اور علوم مصطفیٰ (عطائی) میں کیا برابری ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول کے علم میں سوائے ع ل م کے اور کوئی شراکت نہیں پائی جاتی ہم نے دلائل قطعیہ سے ثابت کر دیا ہے کہ — معلومات الہیہ کا محیط ہونا عقلاً بھی باطل ہے۔ شرعاً بھی باطل۔ وہابی جب آئمہ دین اور ان کے پیروؤں کی کتابیں پڑھتے ہیں اور ان میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کو قرآن واحادیث کی روشنی میں مطالعہ کرتے ہیں اور اس مقام پر پہنچتے ہیں کہ حضور کو روز اوّل سے روز آخر تک کے تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات کا علم ہے تو یہ لوگ ان پر کفر اور شرک کے فتوی صادر کرنے لگتے ہیں اور الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے علوم الہٰی اور علم النبی کو برابر قرار دے دیا ہے یہ فیصلہ کرنے والے نہایت خبطی اور غلط اندیش لوگ ہیں یہ خود کفر وشرک کے گڑھوں میں گرتے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے محدود اور معدود علوم کو اللہ تعالیٰ کے غیر محدود اور لامتناہی علوم کا ہم پلہ قرار دے دیا یہ کفر کی شہادت دیتے ہیں کہ اللہ اور مخلوق کا علم ہم پایہ ہے (استغفر اللہ) اگر ان کے ہاں علم الہٰی لامتناہی ہوتا۔ یا مقدار سے زیادہ ہوتا۔ تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم جو معدود اور عطائی ہے کس طرح برابر قرار دیتے وہ مساوات علوم خالق ومخلوق میں نہ پڑتے۔ جب وہ اپنی جہالت آمیز عقل کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اللہ کے علم لامتناہی سے مذاق کرتے ہیں اور اسے ناقص بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو غرق کرے اور ان کے فتنوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔

نظرِ سوم

یا اللہ تیری رحمت ہو۔ تاریکیاں چھا گئیں۔ ظلمتیں حد سے زیادہ بڑھ گئیں۔ بہت سے لوگ گمراہیوں کی سیاہیوں میں چلے جا رہے ہیں۔ ہم نے سابقہ صفحات پر اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور مطلق محیط پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ یہ علوم اللہ کی ذات سے ہی خاص ہیں۔ کسی بندے کو اس میں شرکت نہیں۔ ہاں مطلق علم عطائی میں ہر مسلمان کا حصہ ہے چہ جائے کہ انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اگر علم عطائی کو تسلیم نہ کیا جائے تو ایمان ٹھیک نہیں رہتا۔ اگر کوئی وہمی کے وہم میں یہ بات گزرے کہ اس طرح ہم میں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی فرق نہ رہا۔ اسی طرح انبیاء کرام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا امتیاز جیسا علم حضور کو ہے ویسا ہی تمام انبیاء کو ہوا۔ پھر ایسا علم (معاذ اللہ) ہم کو بھی ہے۔ جو علم ہمیں نہیں انہیں بھی نہیں۔ تم ہم برابر ہوئے۔ یہ بات عالم تو درکنار کسی جاہل کے دماغ اور خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ مگر وہابیہ سے تعجب نہیں کیونکہ وہ بے عقل قوم اور کج نگاہ فرقہ ہے۔ ان میں ایک بھی ایسا عالم نہیں جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے بارے میں تسلیم کرنے کا ملکہ ہو۔

ایک کج مغز ہندی

امر واقعہ ہے کہ ان دنوں اس فرقہ کا ایک کج مغز بوڑھا جسے اپنے آپ کو صوفی کہلانے کا بھی خبط ہے۔ بڑے بلند بانگ دعوے کرتا رہتا ہے۔ وہ بڑا متکبر۔ مغرور اور ہٹ دھرم ہندوستانی ہے۔ حال ہی میں اُس نے ایک رسالہ لکھا ہے جو چند

اوراق پر پھیلا ہے۔ اس کی عبارت اتنی گری ہوئی اور گستاخانہ ہے کہ ساتوں آسمان پھٹ پڑیں۔ اس نے اس کا نام حفظ الایمان رکھا ہے۔ حالانکہ اس کی عبارت خفض الایمان (ایمان کو نیست کرنے والی) ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں۔ اس طرح کہ اس سے ایک فرد بھی خارج نہیں تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔"

اس ہٹ دھرم بوڑھے کو اتنا بھی معلوم نہیں مطلق علم عطائی اصالتہً انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔ اِسی لیے رب جل و علا نے فرمایا ہے۔

عَالِمُ الغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ ۔ ترجمہ:"اللہ غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر صرف اپنے پسندیدہ رسولوں میں سے جسے چاہے مطلع کر دے۔"

اب اللہ کے سوا جسے بھی علم غیب حاصل ہو گا۔ وہ اسی کی عطا اور فیض سے حاصل ہو گا اور اسی کے راہ دکھانے سے ملے گا۔ تو برابری کس طرح ہو گی؟

دُنیا میری ہتھیلی پر روشن ہے

علاوہ بریں انبیاء کرام کے علوم غیر نبی کو صرف اتنے ہی حاصل ہوتے ہیں جتنے انبیاء کرام اُنہیں سکھاتے ہیں۔ انبیاء کرام کے علوم کے جو سمندر چھلک رہے ہیں،

ان کے سامنے دوسروں کے علوم کی کیا حیثیت ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام تو روز ازل سے آخر تک کے تمام علوم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن کو جانتے ہیں. بلکہ دیکھتے ہیں ان کے مشاہدے کے سامنے ساری کائنات کھلی پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَکَذَالِکَ نُرِیْ اِبْرَاہِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

ترجمہ: اسی طرح ہم حضرت ابرہیم کو دکھاتے ہیں تاکہ وہ آسمان وزمین کی ساری سلطنت کا مشاہدہ کرلیں۔

طبرانی نے معجم کبیر اور نعیم بن حماد نے کتاب الفتن اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والیٰ ماھم کاھن فیھا الیٰ یوم القیامتہ کانما انظر الیٰ کفی ھذاہ جلیا نامِن اللہ تعالیٰ جلاہ لنبیہ کما جلاہ النبیّن من قبلہ۔

ترجمہ:۔ یقیناً بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دُنیا یوں بچھا دی ہے۔ میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والے واقعات کو یوں دیکھتا ہوں۔ جیسے اپنی ہتھیلی پہ ایک روشنی دیکھ لیتا ہوں۔ یہ روشنی اللہ کی طرف سے ہے جسے اس نے اپنے نبی کے لیے ضیا بار فرمائی ہے ایسی روشنی سابقہ انبیاء کے لیے بھی تھی۔

جس بوڑھے کا ہم ذکر کر رہے تھے۔ اس نے کل اور بعض کی دو شقیں قائم کیں۔ پہلی شق (کل) تو موجود نہیں۔ ہاں اس نے دوسری شق (بعض) میں سب کو شامل کر لیا اور نتیجہ یہ نکالا کہ آپ کے علم کی کیا تخصیص ہے حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کا علم وعلم سارے جہاں پہ چھایا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ

علوم سے سرفراز فرمایا ہے اور اپنے بڑے فضل سے نوازا ہے۔ آپ کے ہاں اگلے پچھلوں کے تمام علوم دست بستہ کھڑے ہیں۔ جو کچھ گزرا ہے اور جو کچھ تا قیام قیامت آنے والے ہیں حضور کے مشاہدہ میں ہے جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے آپ کو ازبر ہے۔ مشرق سے مغرب تک جو کچھ ہونے والا ہے آپ اس سے خبردار ہیں۔ ہر چیز آپ پر روشن ہے۔ آپ ہر ایک چیز کو پہچانتے ہیں۔ اُن پر قرآن اُترا تو ذرّہ ذرّہ روشن ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے ہر چیز کی حقیقت کو مفصل بیان فرمایا ہے۔ مگر اس کج مغز نے آپ کا علم زید عمر و بچّہ اور پاگل بلکہ جانور اور چوپایہ کے علم کے برابر کر دیا۔ (استغفر اللہ) اسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ جس لفظ بعض کو تم نقصِ علمِ مصطفیٰ کے لیے استعمال کر رہے ہو۔ اس میں اتنی وسعت ہے۔ جو ایک چھوٹی سی بوند بے مقدار سے لے کر لاکھوں کروڑوں چھلکتے سمندروں پر حاوی ہے۔ اس بعض کی نہ کوئی گہرائی جان سکا ہے نا وسعت ان سمندروں کا نہ کوئی کنارہ ہے نہ انتہا۔ یہ سب کا سب آپ کے علموں کا بعض ہی تو ہے۔ اس بعض کا کون احاطہ کر سکتا ہے۔ علم مصطفیٰ تو جتنا اللہ چاہے اُتنا ہے۔ لفظ بعض سے برابری اور مماثلت اور نفی و نقص کے پیمانے تیار کرنا ایسے کج بیالوں کا ہی خاصا ہے۔ اب ایسے لوگ معاذ اللہ یوں بھی کہتے نہ شرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت زید عمر، ایک بچّے اور پاگل بلکہ جانور اور چوپایہ کی قدرت کے برابر ہے[1]۔ (العیاذ باللہ)۔

---

[1] ہم اہلسنت کا نظریہ ہے کہ دُنیا میں جتنے بھی حادثات رونما ہوتے ہیں وہ قدرت کے شاہکار ہیں مگر قدرت بذاتِ خود کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتی۔ پیدا کرنا یا تخلیق کرنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ ہم جہم بن صفوان کی طرح قدرت کے اختیارات

کیونکہ تمام حیوانات کسی نہ کسی فعل و حرکت پر قدرت تو رکھتے ہیں اگرچہ ان کی قدرت پیدا کرنے والی نہیں ہے۔ مگر بعض تو صادق آگیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے۔ اور اپنی ذات کریمی میں قدرت رکھتا ہے ورنہ تحتِ قدرت ہوگا۔

سابقہ حاشیہ

کی نفی بھی نہیں کرتے۔ مواقف اور اس کی شرح میں اس نظریہ کی خاص تشریح کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا ترجمہ ہے کہ انہوں نے صبح سویرے کو ملا دینے کی ٹھان لی۔ حالانکہ اُنہیں نفع اُٹھانے یا نفع دینے کی قدرت تھی۔ علامہ ابوالسعود نے اپنی تفسیر ارشاد العقل السلیم میں لکھا ہے کہ اُنہوں نے چاہا کہ مساکین پر سختی کریں اور انہیں دُنیا کی تمام سہولتوں سے محروم کردیں حالانکہ وہ مساکین کو نفع پہنچانے پر بھی قادر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل کتاب یہ نہ جانیں کہ ہمارے نبی اور ان کے صحابہ کو کسی چیز پر قدرت نہیں ہے۔ وہ اللہ کے فضل سے بہت اعمال پر قادر ہیں۔

تفسیر کبیر میں اس نکتہ پر بحث کی گئی ہے۔ لا زاید نہیں ہے۔ بلکہ لا یقدرون کی ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کی طرف ہے اور تقدیر یہی ہے کہ اہل کتاب یہ نہ جانیں کہ نبی اور صحابہ قدرت نہیں رکھتے کسی چیز پر۔ یہ اللہ کے فضل سے قدرت رکھتے ہیں۔ جب اہل کتاب کو انکا قادر ہونا یا نہ ہونا جانا تو ان کا قادر ہونا جانا۔ اور جان لو یہی بات بہتر ہے۔

ہم مختصراً یوں کہہ سکتے ہیں کہ قدرت الٰلہیہ ازلی ابدی واجبہ اور مؤثر ہے۔ اور عبد کی قدرت ایسی نہیں تو میں کہوں گا یہ امور کلیت یا جزئیت کے ماسوا ہیں مگر یہ ہندی بوڑھا حضور نبی کریم کے علوم کو عام انسانوں بچوں۔ چوپاؤں کی جزبنا کر پیش کرتا ہے۔ اس کے کلام کا دوسرا شق اس کے کفریہ نظریہ کا مظہر ہے

تو کیا بھی ممکن نہ ہو گا کہ خدا ہے یا نہیں۔ جو چیز قدرت سے موجود ہوئی وہ پیدا کرنے میں موجود ہوتی ہے۔ جو پیدا کرنے سے موجود ہوتا ہے۔ وہ پہلے ناپید ہوتا ہے پھر یہاں بھی بعض کے لفظ کا اطلاق کریں گے۔ تمام اشیاء کا احاطہ تو یہاں بھی نہیں۔ تو برابری اور ساری برائیاں لازم آگئیں۔

بادشاہ کا ایک ناشکر گزار گداگر

ہم اس نظریہ کے حامل کی حیثیت کا ایک واقعہ کی مثال پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ایک بادشاہ تھا۔ جو بڑا جبار اور طاقت ور تھا۔ وہ دُنیا کے خزانوں اور قوتوں کا مالک تھا۔ ملک کے تمام خزانے اسی کے زیرِ تصرف تھے۔ اس کے کچھ وزیر تھے کچھ نواب تھے۔ کچھ سردار تھے۔ اُس نے ایک سردار کو ایک ضلع کا مختار بنا کر تمام خزانے اس کے حوالے کر دیئے تاکہ اس کی رعایا کے محتاجوں میں تقسیم کرتا رہے اس نے اپنے ساتھ دوسرے سردار بھی مقرر کر لیے تاکہ تقسیم کار ہو جائے اور لوگوں تک خزانے کی تقسیم میں آسانی ہو۔ بادشاہ نے ان امراء اور سرداروں پر ایک وزیر نگران مقرر کر دیا جسے نائب اعظم کا منصب دیا گیا۔ اس نگران پر بادشاہ کے علاوہ کسی کا منصب نہیں تھا۔ بادشاہ نے اپنے تمام خزانے سپرد کر کے انہیں پورے پورے اختیارات دے دیئے اور اپنی ذات کے سوا تمام معاملات ان کے سپرد کر دیئے۔ نائب اعظم تمام نوابوں سرداروں پر تقسیم کرتا اور وہ درجہ بدرجہ اپنے ماتحتوں کو

(سابقہ حاشیہ) اس کا کُفر خوب کُھل کر سامنے آگیا ہے۔ وہ اقرار کرتا ہے کہ اس کے علم کے لیے تو فضیلتیں ہیں۔ گدھے بیل کتے اور سوٗر کے علم پر اور پہلی شق میں اس نے خصوصیت کی نفی اور مماثلت کے حکم کی بنا پر بعضیت میں شرکت رکھی۔ اس یقین کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کیلئے انکے علم پر کن کن مثالوں سے مماثلت قائم کرتا رہا۔

بانٹتے جاتے اس طرح یہ تقسیم خزائن ملک کے فقیروں اور محتاجوں تک جا پہنچی۔ تمام کو اپنا اپنا حصہ ملنے لگا۔ ان محتاجوں میں ایک بدبخت تند خو اور گندی ذہنیت والا بھی تھا۔ وہ بادشاہ اور ان کے نوابوں سے جھگڑتا۔ وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتا۔ نہ کسی کا احترام نہ کسی کی تعظیم کرتا۔ وہ باوجودیکہ نان شبینہ کا محتاج تھا۔ مگر کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ وہ اپنی ہٹ دھرمی سے ایک روپیہ بھی حاصل نہ کر سکا۔ بس یہی کہتا کہ میں نائب اعظم دونوں مال ملک میں برابر ہیں۔ اور کہتا اگر تمام مال و دولت کی ملک کا مسئلہ ہے تو وہ خلیفہ کو بھی میسر نہیں۔ اگر بعض ملک مراد ہے تو اس میں نائب اعظم کی کیا تخصیص ہے۔ میں بھی برابر کا مالک ہوں۔ اس ناشکرے بدبخت قلاش نے نہ تو خلیفہ اور نائب اعظم کا حق تسلیم کیا۔ اور نہ منصبِ خلافت کو خاطر میں لایا۔ اس کے خیال میں معمور خزانے اور کھوٹے سکے اور وہ خزانے جو ابھی تک زمین میں مدفون تھے۔ ایک جیسے تھے۔ وہ بادشاہ وقت کی طاقت اور قدرت کو بھی خاطر میں نہ لاتا اور اس کی عظمت اور جلالت کو بھی مساوی تقسیم کا مستحق خیال کرتا۔ آخر وہ بادشاہ کے جلال کی نذر ہوا۔ دُنیاوی خزانے سے حصہ پانے کی بجائے وہ جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

اس مثال میں ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کریم کو بادشاہ خیال کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ اعظم ہیں۔ نواب امراء۔ سردار۔ انبیاء اور اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور ہم فقیر اور محتاج ہیں۔ اس سے لینے والے اس کی عطا پر زندہ رہنے والے اور اس کی رحمتوں کے طلب گار۔ وہ ناشکرا اور ہٹ دھرم سرکش وہی راندۂ درگاہ ہے۔ جو اپنے آپ کو اللہ کے خزانوں میں برابر کا شریک قرار دیتا ہے۔ نسئال اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ط

مسلمانو! اللہ تمہاری حمایت فرمائے۔ تم اس بر خود غلط کج نگاہ کے پاس جاؤ۔ جو بعض کے لفظ میں چھوٹے بڑے کے فرق سے محروم ہو چکا ہے۔ وہ علم نبی کی فضیلت سے انکار کر چکا ہے۔ اسکی حقیقت ملاحظہ کرو اور اسے کہو! اے علم و حکمت میں سور اور کتے کے برابر انسان! تم دیکھو گے کہ وہ اس جملہ پر بپھر جائے گا۔ اور غصہ میں بھڑک اٹھے گا۔ پھر اس سے دریافت کریں کیا تمہارا علم خدا کے علم کی طرح ہر چیز پر محیط ہے۔ اگر کہے ہاں تو کافر ہو گیا۔ اگر کہے نہیں! تو اسے کہیں پھر اس علم میں تمہاری خصوصیت کیا ہے؟ بعض علم تو ہر کتے اور سور کو بھی میسر ہے۔ تمہیں عالم دین کس طرح کہا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اُولٰئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ ط ایسے لوگ سارے جہاں سے بدترین ہیں۔

اس وقت کم و بیش ہر ایمان ہر فرق لائے گا۔ چہ جائے اصلی اور طفیلی اور بخشنے اور بھیک مانگنے کا فرق کیونکہ کتے نے علم حاصل کیا ہے اور نہ سور اس کا طفیلی بنا۔ بخلاف تمام دنیا کے علم والوں کے جنہیں علم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ملا۔[1]

---

[1] امام عبدالوہاب شعرانی کی یواقیت والجواہر فی العقائد الاکابر کی بحث ۳۳ میں ہے۔ اگر تم نے ایسا کہا کہ دنیا میں کوئی ایسا بشر ہے جس نے حضورؐ کے واسطے کے بغیر علم پایا۔ تو شیخ نے جواب میں فرمایا "نہیں"۔ کوئی ایسا نہیں جسے حضورؐ کے واسطے سے علم نہ ملا ہو۔ وہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے براہ راست نہ ہو مگر وہ انبیا یا علماء جو آپ کی بعثت سے قبل یا بعد ہوئے آپ کے فیضان کی تقسیم میں مصروف ہیں۔ میں کہوں گا۔ البشر یا فی الدنیا کا مفہوم حضورؐ کے علم کے خزانوں کی تقسیم کے خلاف نہیں۔ کیونکہ حضورؐ ہی نائب خدا اور علی الاطلاق ہر چیز کے بانٹنے پر مامور ہیں۔ ساری کائنات میں کوئی دنیا و آخرت کی نعمت حضورؐ کی وساطت کے بغیر نہیں ملتی۔ ساری نعمتیں حضورؐ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ لوگوں سے فرما دیجئے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ وہ کائنات کے لیے ہے۔ امام بوصیری نے قصیدہ بردہ شریف میں لکھا ہے۔

وَکل ھم من رسول اللّٰہ ملتمس

یارسول اللہ! تجھ سے مانگتا ہے ہر بڑا چھوٹا۔

(سابقہ حاشیہ) کے دست مبارک سے تقسیم ہوتی ہیں۔ مزید تفصیل و تشریح کے لیے ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

لاج رکھ لی طمعِ عفو کے سودائی کی
اے میں قربان مرے آقا بڑی آقائی کی

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھائیے اُمّی تری دانائی کی

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم وَالنَّجم میں ہے آپکی بینائی کی

پانسو سال کی راہ ایسی ہے جیسے دو گام
آس ہم کو بھی لگی ہے تری شنوائی کی

چاند اشارے کا ہلا حکم کا باندھا سورج
واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی

تنگ ٹھہری ہے رضاؔ جسکے لیے وسعتِ عرش
بس جگہ دِل میں ہے اُس جلوۂ ہرجائی کی
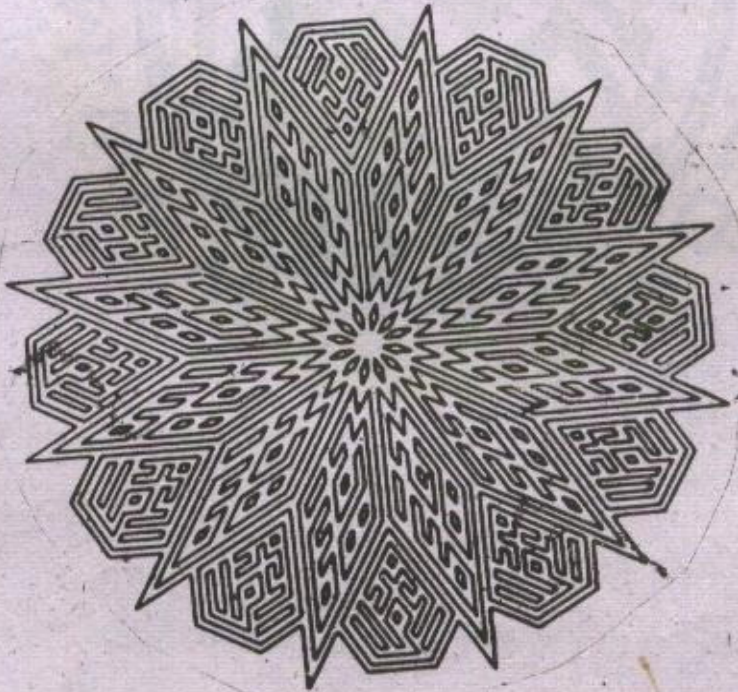
نظر چہارم

وہابیہ کی غلط بیانیوں کا تعاقب

وہابیہ جب عاجز اور مایوس ہو جاتے ہیں۔ تو اپنے بچاؤ کی تدابیر تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ بچاؤ کا وقت گزر چکا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علوم معجزانہ انداز میں عطا کیے ہیں۔ آپ صرف اتنا ہی جانتے تھے جتنا اس معجزہ میں عطا ہوا تھا اور بس۔ لہٰذا تم اسی پر عقیدہ رکھو۔ تاکہ اختلاف ختم ہو جائے اور باہمی اتفاق حاصل ہو۔

وہ اپنی ایسی باتوں سے عام جاہلوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور حقیقت سے ناآشنا غافلوں کو شکار بنا لیتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے ان کی باتیں سنیں اور اُن کے توہین آمیز کلمات سنے وہ جانتے ہیں کہ تمام بہوؤں میں تو بُری بہو وہ ہوتی ہے جو جھانکے اور دبک جائے حالانکہ دہلی کے وہابی نے برملا کہا تھا۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں جانتے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں اپنے خاتمے کا بھی علم نہ تھا۔"

پھر دہلی کے دہابیہ کے پیشوا نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں تو یہاں تک لکھ دیا تھا۔

"جو کسی نبی کے لیے غیب کی بات جاننے کا دعویٰ کرے اگرچہ ایک درخت کے پتوں کی گنتی کے بارے میں ہی ہو۔ اس نے اللہ سے شرک کیا۔"

پھر کہا۔ "یوں مانتے کہ وہ براہ راست جانتے ہیں یا خدا کے بتائے ہوئے علم سے جانتے تھے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔"

ان کے بڑے گنگوہی نے اپنی براہین قاطع" میں لکھا تھا۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کے پیچھے کا حال بھی نہ جانتے تھے۔" اور پھر اس نے اس قول کو حضور کی حدیث بنا کر پیش کر کے نہایت بے حیائی کا مظاہرہ کیا۔ اور اس قول کی نسبت حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کر دی۔ حالانکہ حضرت شیخ محدّث نے تو اسے اشکال کے طور پر بیان فرماتے ہوئے لکھا تھا۔

"نہ یہ حدیث ہے نہ یہ روایت صحیح ہے۔"

اور اپنی کتاب مدارج النبوت میں اس کی تصریح فرما دی۔ وہابیہ کا یہ الزام اگر قرآن پاک کی آیات اور احادیث نبویہ آئمہ دین کے اقوال اور متقدمین کی کتابوں کے سامنے پرکھا جائے تو اسکی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ ساری دنیا اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگلے پچھلے علوم سے واقف تھے۔ ماضی اور مستقبل کے واقعات سے باخبر تھے اور اللہ کی بنائی ہر چیز ان پہ روشن تھی۔ اور ہر ذرہ ذرہ ان کے سامنے تھا۔

اب وہابیہ کا یہ کہنا کہ حضور محض اتنا ہی جانتے تھے۔ جتنا وحی کے ذریعہ بتا دیا گیا یہ بات درست ہے مگر ان کا انداز بیان درست نہیں۔ جب وہ کہتے ہیں کہ بعض مغیبات اور بعض اوقات حضور پر واضح کر دیئے گئے۔ ہم بھی یہ مانتے ہیں جمیع معلومات الہیہ کا احاطہ کر لینا مخلوق کے لیے ناممکن ہے مگر ہم اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ فرمایا کہ عنقریب ہم آپ کو وہ کچھ سکھا دیں گے جو آپ کے علم میں نہیں تھا۔ یہ سکھانا واقعی بذریعہ قرآن پاک تھا۔ اور قرآن پاک بیکوقت نازل نہیں ہوا بلکہ تیس سال میں نازل

ہوتا رہا۔ اس سے اوقات اور معلومات میں بعض ہونا درست ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہابیہ اس انداز پر تعلیم خداوندی کو اندک۔ قلیل اور حقیر کہہ کر حضور کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے جیسے کمینہ نفسوں پر قیاس کرتے ہیں۔ یہ عادت قدیم مشرکین میں بھی پائی جاتی تھی وہ اپنے رسولوں سے کہا کرتے تھے مَآ اَنتُم اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا۔ تم ہمارے جیسے ہی بشر ہو۔

اس صورتِ حال کو نگاہ میں رکھا جائے تو وہابیہ مشرکین قدیم سے بھی بدتر نظریات رکھتے ہیں۔ مشرکین تو نبوت سے انکار ہی کر دیتے تھے۔ اور انبیاء کرام کو عام آدمی جانتے ہوئے کہا کرتے تھے "تم ہمارے جیسے ہی بشر ہو" اپنے علمی معلومات کی بڑائی کیوں کرتے ہو مگر وہابیہ نبوت پر ایمان لانے کے بعد حضور کو خاتم الانبیاء اور افضل الرسل تسلیم کر لینے کے بعد رسولوں کو اپنے جیسا بشر کہہ کر پکارتے ہیں۔

ہم اس اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو مقلب القلوب ہے۔ جو آنکھوں کو بصیرت عطا فرماتا ہے۔ یہ نظریاتی بیماری اُنہیں یوں لگی کہ حضورؐ کے لیے "عالم ماکان وما یکون" ماننا ان کے لیے بہت بڑا مقام محسوس ہوتا ہے اور ان کی بودی عقلوں کے سامنے حضورؐ کا اس مقام پر فائز ہونا ناقابلِ فہم ہے۔ چہ جائے کہ وہ دوسرے انبیاء اور اولیاء کو عظمت کا مقام دیں ان کے ہاں تو اللہ تعالیٰ کی علوہیت اور بلندی کی پہچان بھی مشکل ہے۔ اس کے احکام اور قدرت کی وسعت سے بے خبر ہیں۔ پھر رسولوں کو اپنی عقل کے ترازو میں رکھا۔ جس مقام کا علم انکی عقل و فکر میں نہ آیا اس سے انکار کر دیا اور اسے جھٹلا دیا۔ جہاں تک ان کی عقل نے اجازت دی تسلیم کر لیا۔

ہم اہلسنت گروہ حق ہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ روز ازل جو کچھ گزرا اور روزِ آخر تک جو کچھ آئے گا وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ علوم نہیں بلکہ آپ کے علوم میں سے ایک ذرّہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی نص ہے۔

عَلَّمَکَ مالم تکن تَعْلَمُ وکان فضل اللہ عَلَیک عَظِیما ط ترجمہ: جو کچھ آپ کو نہ آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا اور یہ آپ پر اللہ کا عظیم فضل ہے۔

میری گزارش سُنیئے

اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک پر احسان فرماتے ہوئے اعلان کیا کہ جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔ مَیں نے آپ کو بتا دیا۔ اس احسان کے اظہار کے بعد فرمایا۔ یہ اللہ کا بڑا عظیم فضل تھا۔ مَاکَانَ وَمَایَکُونَ کا انعام بھی عام بات نہیں تھی۔ ماکان ومایکون کا ایک ایک لفظ لوح محفوظ میں موجود تھا۔ حضور کو لوح محفوظ کا علم عطا فرمایا۔ پھر ساری دُنیا کے علاوہ آخرت کا علم بھی دیا۔ قیامت برپا ہونے کے واقعات کا علم بھی عطا فرمایا۔ یہ چیزیں نہ کَانَ ومایکون میں ہیں اور نہ لوح محفوظ میں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات نہ لوح محفوظ میں آسکیں نہ قلم انہیں لکھ سکی ان کا علم بھی حضور نبی کریمؐ کو عطا فرمایا گیا۔ کائنات کی تمام چیزیں قرآن کی زبان میں "متاع قلیل" ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ قلیل فرما دیتے ہیں۔ انکا علم عطا فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ بادشاہ قلیل انعامات پر احسان نہیں جتایا کرتے ہاں کوئی غیر معمولی اور کثیر انعام ہو تو احسان کی بات ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت اور آخرت کے علوم کثیر عطا فرمائے۔ حشر و نشر۔ حساب وکتاب اور ثواب وعتاب کے تمام درجات اور مراحل کا علم دیا گیا۔

لوگ جنت و دوزخ میں اپنے اپنے مقامات پر پہنچیں گے۔ ان مقامات کے بعد کے علوم بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم کو عطا فرما دیئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اللہ کو اس کی ذات وصفات سے پہچانا جس کا علم سوائے خدا کے اور کسی کے ذہن و فکر میں نہیں آسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو یہ انعامات عطا فرمائے پھر اپنے احسان اور فضل عظیم کا اظہار فرمایا۔

لوح و قلم کا علم

اس سے یہ ثابت ہوا کہ لوح محفوظ کا سارا علم ہمارے نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پناہ علوم کے سمندروں کا ایک قطرہ ہے۔ اس مقام پر علامہ امام اجل بوصیری رحمۃ اللہ علیہ حضور کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

فَاِنَّ من جودِکَ الدنیا و ضرتہا وَمِنْ علومک علم اَللوح وَالْقلم ؎

ترجمہ :۔ آپ کی بخشش کا دنیا اور اس کے لوازمات تو ایک حصہ ہیں۔ اور آپ کے علوم کے سامنے لوح و قلم ایک ذرہ ہیں۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے مِنْ کا لفظ استعمال کیا ہے جو بعض پر دلالت کرتا ہے۔ اب یہ حضورؐ کے علوم کو معدود اور محدود پیمانوں میں ناپنے والے علامہ بوصیری کے ایمان پر غیض وغضب کا اظہار کریں گے۔ غم و غصہ میں جل مریں کے اور ان کے بیمار دل حضور کی اس عظمت کو پانے میں محروم ہی رہیں گے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمت باری زبدہ شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ علم لوح سے مطلب قدسی نقوش اور غیبی صورتیں ہیں جو اس پر ثبت ہیں اور علم قلم سے مراد یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وہ امانتیں جو اس نے اپنی مرضی سے محفوظ رکھیں ہیں لوح و قلم کے علوم۔ حضورؐ کے بے پناہ علوم کا ایک حصہ یا ذرہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ کے علموں کی بہت سی

قسمیں ہیں ۔ کلیات ۔ جزئیات ۔ حقائق و دقائق اور عوارف و معارف جنہیں ذات اللہ سے تعلق ہے ۔ لوح و قلم کا علم حضورؐ کے علوم مکتوبہ پر حاوی نہیں ۔ ہاں حضورؐ کے علوم کی ایک سطر ہے ۔ حضور کے علموں کے سمندروں کی ایک نہر ہے ۔ پھر یہ علوم لوح و قلم حضور کی برکات کا نتیجہ ہیں ۔ صلی اللہ علیہ وسلم

ناظرین کرام ۔ علامہ بوصیری اور حضرت ملا علی قاری کی تشریح و تفصیل سے حضور کے علوم کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے ۔ مگر حق کی روشنی سے رد گمرداں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے منکران پر یہ بات تسلیم کرنا کتنا گراں ہے اور کس قدر دشوار ہے ۔ !!

نظر پنجم

ناظرین کرام میری گزارشات سے مسئلہ کی حقیقت کو پاگئے ہوں گے اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہوں گے کہ حضور کے علوم کے اظہار میں نہ تو اللہ تعالیٰ کے علوم سے برابری کا شبہ ہوتا ہے نہ شرک کا شک۔ ہم حضور کے علوم کو اللہ تعالیٰ کی عطاء کے بغیر تسلیم نہیں کرتے۔ یہ خود بخود حاصل نہیں ہوئے۔ اللہ نے عطا کیے اور فضل عظیم فرمایا۔ ہم حضور کے سارے علوم اللہ کے علوم کا بعض ہی مانتے ہیں۔ مگر ہمارے بعض اور معاندین کے بعض میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہابیہ کا بعض عداوت و تحقیر کا بعض ہے اور ہمارا بعض عظمت و تمکین کا بعض ہے۔ اس بعض کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اسی نے اس بعض کو اپنے حبیب پر انعام فرمایا ہے۔

قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ میں حضورؐ کے علوم

ہم نے ناظرین کی خدمت میں سابقہ گزارشات کے علاوہ قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ سلف وخلف کے اقوال کو پیش کیا ہے اور مستند دلیلیں قائم کی ہیں۔ بزرگانِ امت کے اقوال کی روشنیوں نے ہمارے دل و دماغ کو منور کر دیا ہے اور حضور کی ذات بلند صفات کا مشتاق بنا دیا ہے۔ میں نے وہ تمام باتیں بیان کر دی ہیں جسے عقل و دانش قبول کرے اگر اس موضوع پر آپ علوم النبی کے چھلکتے سمندروں۔ اور چمکتے ہوئے چاندوں کو دیکھنے کے خواہاں ہوں تو میری کتاب "مالی الجنیب بعلوم الغیب" اور

اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان ومایکون، کا مطالعہ کریں۔ پھر میری ایک اور کتاب انباء المصطفیٰ بحال سرّ واخفیٰ ۱۳۱۸ھ کو زیر نگاہ رکھیں مجھے یقین ہے آپ کی دلی تمنّا پوری ہوجائے گی۔ ۱۳۱۸ھ اور ایمان تازہ ہوجائے گا۔

صحیح بخاری کی حدیث سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ قَامَ فِینَا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مقامًا فاَخبَرنا عَنِ بَدءِ الخَلقِ حَتّٰی دَخَلَ اھل الجَنَّۃِ مَنَازِلھم ط

ترجمہ: ایک بار حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے اٹھے تو آپ نے ہمیں ابتداء سے آخر تک ازل سے قیامت تک سب احوال کی خبر دی۔ یہاں تک جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں جائیں گے۔ ہمیں خبر دے دی۔"

صحیح مسلم کی حدیث میں عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح سے غروب آفتاب تک خطاب فرمایا۔ اس میں یہ لفظ خاص طور پہ ہیں" جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے اس سب کی تمہیں خبر دے دی ہے ہم میں سے زیادہ علم اسے ملا جسے زیادہ یاد رہا"

بخاری شریف صحیح مسلم شریف کی حدیث میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کے لیے اُٹھے۔ تو آپ نے وقتِ قیام سے قیامِ قیامت تک کے تمام جو کچھ ہونے والا ہے ہمیں بتادیا حتیٰ کہ کچھ بھی باقی نہ چھوڑا۔ ترمذی شریف کی حدیث میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔ حضور نے فرمایا۔

فرائیتہ عَزَّوجل وضع کفّہ بین کتفی فوجدتُ بردانامِلِہ بین صدری فتجلّٰی لِی کُلّ شیءٍ وعرفتُ۔

ترجمہ: میں نے رب جلیل کو دیکھا۔ اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا۔ جسکی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔ مجھ پر تمام چیزیں روشن ہوگئیں۔ اور میں نے پہچان لیا۔

زمین و آسمان کا علم

بخاری ترمذی اور ابن خزیمہ پھر ان کے بعد آئمہ نے اس حدیث کی تصدیق کی ہے پھر پھر تصحیح فرماتے ہوئے تشریح بھی کی ہے۔ ترمذی کی حدیث میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور نبی کریم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَفِی اُخْرٰی فَعَلِمْتُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ؛

میں نے آسمان اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب کو جان لیا۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔ میں نے مشرق و مغرب تک جو کچھ ہے معلوم کر لیا۔

مسند امام احمد۔ طبقات ابن سعد۔ معجم کبیر طبرانی کی حدیث صحیح سند سے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی زبان سے بیان کی گئی ہے۔ پھر ابو یعلیٰ اور ابن منیع اور طبرانی میں ابو درداء رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم نے فرمایا۔ کہ حضور نبی کریم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ ہوا میں پر مارنے والا کوئی پرندہ نہ تھا جسکا ذکر حضور نے نہ فرمایا ہو۔

سورج گرہن کی حدیث صحیحین میں موجود ہے۔

مَا مِنْ شَیْءٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُہٗ اِلَّا رَاَیْتُہٗ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا؛[1]

ترجمہ: جو چیز اب تک میرے دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ میں نے اب اسے اپنے مقام میں دیکھا۔ حدیث پاک کے یہ الفاظ ہم اس سے پہلے بھی بیان کر آئے ہیں کہ

---

[1] امام قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کے کتاب العلم میں لکھا

بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دُنیا کو پیش کیا تو میں نے اسکی ہر چیز (جو کچھ قیامت تک آنے والی ہے) کو ایسے دیکھا جیسے اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

اس حدیث پاک کے علاوہ بے شمار ایسی احادیث موجود ہیں اور وہ تواتر سے محدثین آئمہ۔ علماء اور فقہا بیان کرتے چلے آئے تھے۔ قصیدہ بردہ کا یہ شعر اہل ایمان کے لیے روشنی کا سرچشمہ ہے۔

مِن عُلُومِکَ عِلمُ اللوحِ وَالقَلمِ : ترجمہ:۔ آپ کے علم کے سامنے لوح وقلم کا علم ایک ذرّہ ہے۔

(اسالبقہ حاشیہ) ہے اس شئے میں سے جس کی رویت عقلاً صحیح ہے جیسے رویت باری تعالیٰ اور اس کا تعلق عقل ہے۔ یا دین کے کسی امر سے ہے۔ باشنائے عورات حضور کے علم ومشاہدہ میں آئی تھیں۔

اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اس روایت کا ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتے ہیں۔ جس میں آپ کو زمین وآسمان دکھائے گئے تو آپ کی نگاہ ایک ایسے شخص پر پڑی جو زنا کر رہا تھا۔ پھر ایک اور پر اور پھر تیسرے پر۔ اس روایت کو عبد بن الحمید۔ وابوالشیخ وبیہقی نے شعب میں عطا نے اور سعید بن منصور نے ابن ابی شیبہ نے اور ابن اعتدر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان فرمائی کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے سات آدمیوں کو ایک فاحشہ عورت سے زنا کرتے دیکھا۔ علامہ قسطلانی نے اس روایت کو عبد بن حمید ابن ابی حاتم شہر بن حوشب سے بابِ کسوف نماز کسوف کے متعلق باب صلوۃ النساء الرجال میں بیان فرمایا ہے، کہ کوئی چیز اشیاء میں سے ایسی نہیں (جسے میں نے نہ دیکھا ہو) جسے میں نے ان آنکھوں سے نہ دیکھا ہو۔ یہ لفظ عمومی اشیاء پر ہے اور کدورت سے صاف ہے۔

زمین و آسمانوں کے کلّی علوم

حضرت علّامہ ملّا علی قاری قدس سرہ الباری کی وضاحت اور شرح کے بعد ہم حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات کو ہدیہ ناظرین کرنا چاہتے ہیں جنہیں حضرت محدّث نے اپنی شرح مشکواۃ میں بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضور کا یہ ارشاد کہ میں نے زمین اور آسمانوں کے درمیان جو کچھ ہے اسے معلوم کر لیا ہے۔" اس حقیقت کا ترجمان ہے کہ آپ تمام علوم کلی اور جزئی سے واقف تھے۔ اور آپ نے ان تمام علوم کا احاطہ فرما لیا تھا۔ جو ارض و سموات کے متعلّق ہیں۔

علامہ خفاجی شفا شریف کی شرح نسیم الریاض میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ میں حضرت ابوذر اور ابو درداء رضی اللہ عنہما کی روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔" زمین و آسمان کے درمیان کوئی ایسا پرندہ نہیں جسکے احوال و تفصیلات کی حضور نے خبر نہ دی ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور نے زمین و آسمان کے ذرّے ذرّے کے بارے میں وضاحت فرما دی تھی اور کوئی مجمل اور مفصّل بات باقی نہیں تھی جسے آپ نے بیان نہ فرمایا ہو۔

امام احمد قسطلانی میں فرماتے ہیں۔ اس بات میں ذرّہ بھر شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس سے بھی زیادہ علم دیا ہے اور حضور پر تمام اگلے پچھلے لوگوں کے حالات اور علوم افشاء فرما دیئے تھے۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

وَسِعَ العٰلَمِیْنَ علماءً وحلماً۔ ترجمہ:۔ محیط جملہ عالم علم و حلم مصطفائی ہے۔

امام ابن حجر مکی شرح افضل القریٰ ام القریٰ میں لکھتے ہیں[1]۔ کہ اللہ تعالیٰ نے

---

[1] آٹھ گھنٹے کی تصنیف کے دوران میرے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔ یہ جتنے

جب حضور کو سارے حضور کو سارے جہاں کا علم عطا فرمایا۔ تو حضور نے سابقہ اور آئندہ لوگوں کے تمام حالات معلوم کر لیے۔ نسیم الریاض میں مزید وضاحت کی گئی ہے کہ تمام مخلوقات آدم علیہ السلام سے قیامت تک حضور کی نگاہ میں لائی گئی۔ تو آپ نے ایک ایک کو پہچان لیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے اسماء سکھائے گئے تو آپ تمام اسماء کے عالم ہو گئے تھے۔ امام قاضی کے بعد علامہ قاری پھر علامہ مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھا ہے کہ جب پاک جانیں بدن سے جدا ہوتی ہیں۔ تو عالمِ بالا میں پہنچ جاتی ہیں۔ ان کے سامنے کوئی پردہ نہیں رہتا۔ تمام حجابات ختم ہو جاتے ہیں وہ تمام کائنات کے معاملات اور نظاروں کو ایسے جانتی اور دیکھتی ہیں جیسے سب کچھ اُن کے سامنے ہو رہا ہو۔

احوالِ امت پر نگاہ

امام ابن حاج مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مدخل میں اور امام قسطلانی نے مواہب میں فرمایا۔ کہ ہمارے علماءِ کرام کا عقیدہ ہے۔ کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں کوئی فرق نہیں۔ حضور اپنی امّت کو اپنی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے تمام حالات سے باخبر ہوتے ہیں۔ ان کی نیتوں پر واقفیت ہوتی ہے ان کے ارادوں دِلوں کی تمنّاؤں کو جانتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں حضور پر ایک ایک کر کے روزِ روشن کی طرح عیاں

(سابقہ حاشیہ) حوالے ہیں زبانی طور پر تحریر میں لائے گئے ہیں۔ جسے اِلا کے بعد کے لفظ میں تردد واقع ہوا، آیا وہ راتیہ ہے یا اریتہ ہے۔ میں نے ایک تحریر کر دیا اور ساتھ ہی لکھ دیا کما قال رسول اللہ۔ وطن واپس آیا۔ تو کتابوں کا مطالعہ کیا۔ صحیح مسلم میں پہلے لفظ سے پہلے لفظ قد کا اضافہ پایا۔ یعنی اِلا قد رَایتہ اسی طرح صحیح بخاری میں بھی متفرق الفاظ میں دیکھا۔ (احمد رضا خان)

ہیں۔ آپ کے مشاہدے سے ایک چیز بھی پوشیدہ نہیں رکھی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا: ترجمہ: یا رسول اللہ۔ ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے۔

قاضی عیاض شفا شریف میں لکھتے ہیں کہ جب تم خالی گھر (مکان) میں داخل ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کیا کرو۔ علامہ ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ رسول اکرم کی روح پاک تمام مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہوتی ہے۔

اوّل و آخر ظاہر و باطن کا علم

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر صور اسرافیل تک جو کچھ بھی ہوا یا ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر واضح کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اوّل سے آخر تک تمام احوال ظاہر کر دیئے گئے۔ حضورؐ کے علم میں یہاں تک وسعت دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے کام احکام صفات اسماء افعال و آثار کے علاوہ تمام علوم ظاہر و باطن اوّل و آخر آپ کے سامنے رکھے گئے۔ حضور نبی کریم اس آیۃ کریمہ کے مصداق تھے۔

فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ

وصلی اللہ علیہ وسلم۔

مندرجہ بالا آیۃ کریمہ عام ہے۔ اس میں کسی خاص شخصیت کی تخصیص نہیں کی گئی۔ اگر یہ بات تمام اربابِ علم کے لیے مانی جائے تو ہمارے نبی کریم تو سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہیں۔ اگر دنیائے ارضی پہ نگاہ کی جائے تو اہل علم میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز و اعلیٰ ہے۔ مگر ہمارے نبی کریم سے بلند اور اعلم تو صرف اللہ کی ذات کریم ہے اور ذی علم کے لفظ کا اطلاق اللہ کی ذات پر نہیں کیا جا سکتا۔

کیونکہ تنکیر بعضیت پر ولایت کرتی ہے۔ تو تخصیص کی کوئی حاجت نہیں رہتی۔

شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں۔ مجھے حضور کی بارگاہ کی حاضری کے دوران یہ فیضان ہوا۔ کہ انسان ایک مقام سے مقام قدس تک کس طرح ترقی پاتا ہے اور اس مقام قدس پہ ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے واقعہ معراجیہ مقام قدس کی تمام بلندیوں اور وسعتیں بدرجہ اعلیٰ واتم پائی جاتی ہیں۔

ہم مندرجہ بالا سطروں میں حضور کے علم کے مختلف مقامات کو پیش کر آئے ہیں۔ اللہ کے کلام کا فیصلہ۔ اس بلند و بالا عدالت کا فیصلہ۔ اور قرآن نازل کرنے والے کا فیصلہ۔ اس روشن بیان والے کا فیصلہ برحق ہے۔ قرآن بناوٹی یا مصنوعی بات نہیں کہتا۔ وہ سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ ہر ایک چیز کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ قرآن عظیم گواہ ہے اور اس کی گواہی سب پہ بھاری ہے۔ وہ ہر چیز کا تبیان ہے۔ تبیاں ﴿روشن اور واضح بیان ہوتا ہے جس میں کوئی چیز پوشیدہ نہ رہے۔ زیارت بمعنی زیارت استعمال ہوتا ہے بیان کے لیے ایک تو بیان کرنے والا ہوتا ہے جو خود اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسرا وہ جو جسکے بارے میں بیان کیا جائے۔ اور وہ ہیں جن پہ قرآن پاک اُتارا گیا ہمارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اہلسنت کے نزدیک ہر موجود چیز کو شئے کہا جاتا ہے۔ اس میں جملہ موجودات شامل ہیں۔ فرش سے عرش تک۔ شرق سے غرب تک۔ ذاتیں۔ حالتیں۔ حرکات و سکنات۔ پلک کی جنبش۔ نگاہوں کی رسائی اور نارسائی۔ دلوں کے احوال و خطرات۔ ارادے غرضیکہ ہر چیز جو کچھ ہو چکا اور ہونے والا ہے لوح محفوظ میں تحریر شدہ تمام خزانے تمام کی تمام چیزیں قرآن پاک کے صفحات میں موجود ہیں۔ قرآن ان چیزوں کو روشن اور مفصل ذکر کرتا ہے۔ لوح کی

تمام تحریریں قرآن نازل کرنے والا جانتا ہے۔ وہ کُل صغیر وکبیر مُستَطر ط اور کُل شیئٍ اَحصَینٰہُ فی امامٍ مبین اور ولا حَبّۃٍ فی ظُلُمٰتِ الارض ۔ وَلَا رطبٍ ولا یابسٍ اِلَّا فی کتابٍ مُبین ط

ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے ۔ ہر چیز گن دی گئی ہے ۔ زمین کے گہرے اندھیروں میں ہر دانہ اور ہر تر و خشک ۔ ایک روشن کتاب میں ۔ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ یہ ساری چیزیں قرآن کی صورت میں حضور سرورِ کائنات پر نازل ہوئی ہیں۔

مقاماتِ علومِ مصطفیٰ

آیات بالا کے علاوہ احادیث کے خزانے حضور کے علوم سے بھرے پڑے ہیں۔ روزِ ازل سے آخر تک جو کچھ ہوا جو کچھ ہوگا۔ سب لوحِ محفوظ میں درج ہے۔ ابد تک کے تمام حال اس میں موجود ہیں۔ بیضاوی شریف میں ہے کہ ازل و ابد کا معاملہ متناہی ہے کیونکہ غیر متناہی چیزیں اور انکی تفصیل ازل و ابد کے پیمانے میں نہیں سما سکتیں۔ [۱]

اہلِ نظر و ایمان پر یہ چیز پوشیدہ نہیں کہ مَا کَانَ وَمَا یَکُونُ اسی کو کہتے ہیں۔ علم اصول میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ نکرہ مقام نفی میں عام ہوتا ہے تو

---

[۱] اس موضوع کی تفصیل نظر اوّل میں زیادہ وضاحت سے گزر چکی ہے۔ عرش و فرش دو حدیں ہیں۔ پہلے دن سے آخری دن دو حدیں ہیں۔ یہ تمام زمان و مکان میں گھری ہوئی ہیں۔ یہ تمام متناہی چیزیں ہیں۔ اگرچہ بعض حضرات کو تعجب آتا ہے کہ لوح و قلم۔ عرش و فرش ازل و ابد کیسے محیط ہو سکتے ہیں۔ مگر جن لوگوں پر اللہ کے غیر متناہی علوم کا تصور واضح ہو چکا ہے انہیں کوئی تردد نہیں۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کے بے حد حساب سمندروں کے علوم سے ایک کتاب ہے۔ ایک قطرہ ہے اس کے غیر متناہی خزانوں سے باعتبار الفاظ متناہی خزانہ ہے بعض لوگ اس مقام پر آکر رُک جاتے ہیں۔ انکی عقلیں جواب دے جاتی ہیں۔ اس میں غیوب خمسہ کا بیان ہے۔ اس میں لوحِ محفوظ

جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں کوئی چیز چھوڑ دی ہو۔ کل کا لفظ تو عموم پر ہر نص سے زیادہ نص ہے۔ تو روا نہیں کہ بیان روشن اور تفصیل سے کوئی چیز رہ گئی ہو۔

قطعیت کلامی اور قطعیت اصولی

اصول فقہ میں قطعیت کلامی اور قطعیت اصولی میں فرق بتایا گیا ہے قطعیت عام اجتہادی ہے۔ تو قطعیت کلامی کے سامنے وہ کچھ حیثیت نہیں رکھتی کسی حنفی کا استدلال عموم قرآنی سے اور اس کے مذہب میں اس حکم کا قطعی ہونا نہ مراد الٰہی پر جزماً کوئی حکم لگاتا ہے۔ نہ دائرہ تاویل سے خروج کرتا ہے۔ یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام ماکان وما یکون کو جانتے ہیں اور جب یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی کریمؐ کا علم قرآن کریم سے مستفاد ہے اور ہر ایک بیان روشن اور مفصل ہے۔ یہ کتاب خداوندی کی صفت ہے کہ اس میں ہر ایک چیز موجود ہے۔ ہر صورت۔ ہر آیت اور ہر پارہ بیک وقت نہیں اترا تھا۔ بلکہ قران پاک کا نزول پورے تیئیس ۲۳ سال میں ہوا تھا جوں جوں کوئی آیۃ کریمہ اترتی حضورؐ کے علوم میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ جب قرآن پاک مکمل ہو گیا حضور کے علوم کی تکمیل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر اپنی نعمت تمام کر دی۔ قرآن پاک کے نزول سے

(سابقہ حاشیہ) کی تحریر کا بیان ہے۔ اس میں ماکان وما یکون کا بیان ہے۔ یہ ساری متناہی چیزیں ہیں اور حضور کے علوم کا ایک حصہ ہیں۔ قرآن نزول کے اعتبار سے متناہی ہے۔ آیات ایک تنہائی امر کی دلالت کرتی ہیں۔ اس نکتہ کو اس وقت تک ذہن نہیں سمجھ پاتا جب تک لامتناہی علوم کے متعلق واقفیت حاصل نہ ہو اور حقیقت یہ ہے کہ یہ محتاج بیان نہیں ہے مگر بعض لوگ اپنی کم فہمی سے حضور کے علوم متناہیہ کو غیر متناہی سمجھ کر اعتراف حقیقت سے رک جاتے ہیں۔ (احمد رضا خان)

پہلے سابقہ انبیاء کا ذکر مجمل رہا اور مفصل بیان نہ کیا گیا۔ پھر ان اولوالعزم انبیاء کے واقعات سامنے آنے لگے۔ اگرچہ منافقین حضور کے علم کے بارے میں خفیہ بدزبانی کرتے تھے۔ اگر حضور کسی معاملہ میں توقف فرماتے یا تردد فرماتے تو منافقین بغلیں جھانکتے کہ حضور تو (معاذ اللہ) بے خبر ہیں۔ حتیٰ کہ وحی آتی۔ حضور کے علم میں اضافہ ہوتا۔ یہ بات نہ تو حضور کے علم میں نقص کی دلیل ہے نہ قرآن پاک کی آیات کے خلاف ہے۔

حضور کے نقائص علمیتہ میں آج کے وہابین جتنی دلیلیں پیش کرتے ہیں اور کسی واقعہ یا قصہ میں حضور کا خاموشی اختیار کرنا یا تامل کرنا حضور کی بے علمی پر صاد کرتے جاتے ہیں۔ یہ انکی احمقانہ اور جاہلانہ عادت ہے حالانکہ ایسے تمام واقعات کو حضور کی عدم واقفیت پر قیاس کرنا۔ جہالت کی علامت ہے۔

ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ وہابیہ حضور کے علم کے نقائص بیان کرتے وقت جو دلیلیں لاتے ہیں وہ بے وزن اور بیکار ہیں بفرض محال اگر کوئی ایسا واقعہ درپیش ہوا جہاں نزول وحی کے بعد بھی حضور نے کسی واقعہ پر خاموشی اختیار کی ہو تو پھر بھی حضور کے نقص علم پر قطعی دلیل نہیں[1]۔ اگر میں یہاں کتب اصول سے آیمہ کرام کے دلائل کو پیش کروں تو اس کا شمار ہی نہیں رہتا۔ آج ہندوستان میں وہابیہ کے پیشوا رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب "براہین قاطعہ"

---

[1] وہابیتہ کی جہالت کی دلیلوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ جو حدیث شفاعت سے پیش کرتے ہیں۔ "تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی حمد وثنا بیان کروں گا۔ وہ مجھے تعلیم فرمائے گا" اس میں بے علمی کی کونسی دلیل ہے یہاں تو ہمارے آقا و مولا کی علمی فضیلت میں مزید اضافہ ہوتا دکھائی دیتا ہے کہ قیامت کے دن بھی حضور پر صفات اللیہ کا ظہور ہوگا اور آپ پر وہ اسرار منکشف

جیسے وہ اپنے شاگرد خلیل احمد انبٹھیوی سے منسوب کرتا ہے۔ اس نے خود تسلیم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم غیبیہ سے نوازا ہے مگر اس تسلیم شدہ حقیقت کو بھی دبے دبے لفظوں میں اعتراف کے طور پر لکھا ہے۔

"عقائد کے مسائل قیاسی نہیں ہوتے جو قیاس سے ثابت ہو جائیں بلکہ قطعی ہوتے ہیں اور قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں۔ یہاں نصوص ہیں۔ لہٰذا اسکا اثبات اس وقت قابل التفات ہوگا۔ جب مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت کرے گا اور اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے۔ نہ ظنیات صحاح کا۔ احاد صحاح بھی معتبر نہیں چنانچہ فن اصول میں مبرہن ہے۔"

اس عبارت پر وہابیہ کا حال کھل کر سامنے آگیا ہے اور حق واضح ہوگیا ہے ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ گنگوہ کے وہابی دیوبندی۔ دہلی اور دیوبند کے وہابیہ اور دوسرے بے ادب نامہذب گنوار سب کے سب مل کر ایک نص ایسی لے آئیں جس کی دلالت قطعی ہو اور افادہ یقینی ہو۔ اور ثبوت جزمی جیسے قرآن پاک کی آیت یا متواتر حدیث جو یقینی قطعی حکم کرتی ہے کہ تمامی نزول کے بعد بھی کوئی واقعہ حضور کی ذات بابرکات پر مخفی رہا ہو۔ یا حضور کو معلوم ہی نہ ہوا ہو

(سابقہ حاشیہ) ہوں گے جو آپ کی ظاہری زندگی میں نہیں ہوئے تھے۔ یہ بھلا کونسی وجہ نزاع ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضور کا علم ذات وصفات الٰہیہ کا محیط نہیں متناہی کا لامتناہی کو گھیر لینا محال ہے۔ حضور کے علوم جدیدہ ابدالآباد تک ذات وصفات الٰہیہ کے متعلق بڑھتے رہیں گے اور کنہ الٰہی تک کبھی نہ پہنچ سکیں گے اور کبھی محیط نہ ہوں گے جو علوم حاصل ہو جائیں وہ متناہی ہیں۔ باقی لامتناہی ہیں۔ اس میں نہ ہمارے دعویٰ کے خلاف کوئی چیز ہے اور نہ حضور کے علوم میں نقص کی کوئی علامت۔ (احمد رضا خان)

یہ علیحدہ بات ہے حضور کو معلوم تو تھا مگر آپ نے بیان نہ فرمایا ہو۔ کیونکہ حضور کے پاس ایسے ہزاروں لاکھوں علم ہیں جو حضور کو معلوم تھے مگر ان کے اظہار کا حکم نہ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ بعض علوم ذہن سے اُتر گئے ہوں۔ مگر آپ کی توجہ مبارکہ کسی اہم اور اعظم امر پر مبذول ہو۔ ذہن سے اُترنا علم کی نفی نہیں ہے بلکہ اہم علوم کی طرف متوجہ ہونے کی دلیل ہے۔

ہم وہابیہ ہند سے کہتے ہیں کہ ایسی کوئی برہان کوئی دلیل لاؤ جو حضور کے علم کی نفی کرتی ہو۔ اگر تم سچے ہو تو آگے آؤ۔ اگر اب تک ایسی برہان نہیں لا سکے تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ تم کبھی نہیں لا سکو گے۔ تو جان لو۔ اللہ دغا بازوں کو کبھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مکر کرتے جائیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے پھریں۔

یہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ گنگوہی مذکور حضور کے علم کی فضیلت کو عقاید سے قرار دیتا ہے تاکہ بخاری اور مسلم کی احادیث کو رد کر سکے جب علم نبی کی نفی پر آیا تو اسے فضائل میں تصور کر لیا گیا۔ جس میں ضعیف حدیثیں بھی منظور و قبول ہوتی ہیں۔ پھر ساقط روایات سے سند پیش کرتا گیا۔ جس کی نسبت آئمہ نے صراحت فرمائی تھی کہ یہ بے اصل ہے۔ یعنی مجھے تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔"

ہم مسلمانوں کی غیرت ایمانی سے فریاد کرتے ہیں اور بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کے دلوں میں حضور کے بارے میں سخت شبہات ہیں۔ وہ حضور کے علوم کو تسلیم کرتے ہیں مگر فضائل کی احادیث سے قطعیات اور نص سے نہیں۔ وہ صحیحین کی مستند اور قطعی احادیث نہیں مانتے اور اُن کے رَد میں ہر ساقط باطل اور جھوٹ کو بھی آگے لاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اسلام کا دعویٰ کر سکتے ہیں ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!!

براہین قاطعہ اور تقدیس الوکیل

آپ کو یاد ہوگا کہ "براہین قاطع" جو خلیل احمد ابنیٹھوی کی طرف منسوب ہے۔ جو اس سال حج کرنے آیا ہے اور ابھی تک مکۃ مکرمہ میں موجود ہے۔ اس کتاب پر اس کے استاد رشید احمد گنگوہی نے تصدیقی اور تائیدی تقریظ لکھی ہے اور اس کے حرف حرف کو صحیح قرار دیا ہے۔ ہمارے علماء حجاز (مکہ و مدینہ) نے اس کتاب کو مسترد کر دیا ہے اور اسّ کے رد لکھے ہیں۔ حضرت مولانا اجل محمد صالح ابن مرحوم صدیق کمال حنفی نے (جو اس وقت احناف کے جیّد مفتی ہیں) مولانا غلام دستگیر قصوری کی کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" پر زبردست تقریظ لکھ کر ان دونوں کو گمراہ اور گمراہ گر ثابت کیا ہے آپ نے فرمایا۔ "براہین قاطعہ" کا مصنّف اور اس کے تمام موئید اور مصدّق بالیقین زندیق اور گمراہ ہیں ہمارے سردار شیخ العلماء مکہ مفتی شافیہ مولانا اجل محمد سعید بابصیل نے فرمایا۔ براہین قاطعہ کا مصنّف اور اس کے جتنے موّید ہیں۔ وہ شیطانوں کے مشابہ ہیں۔ وہ بے دین ہیں اور گمراہ ہیں اس وقت کے مفتی مالکیہ جناب فاضل محمد عابد ابن مرحوم شیخ حسین نے براہین قاطعہ کے رَد کرنے والوں کی تعریف کی۔ اور اس کے مُولّف کو وقت کا فتنہ قرار دیا ہے۔ مفتی حنبلیہ مولانا خلف بن ابراہیم نے فرمایا کہ مولّف براہین قاطعہ اور اس کے موئیدین کا رد کرنے والے بر ہیں۔ مدینہ منورہ کے مُفتی حنیفہ مولانا اجلّ عثمان بن عبدالسلام داغستانی نے فرمایا۔ براہین قاطعہ والے کا زبردست رَد میں نے پڑھا ہے۔ براہین کی عبارت شکوک کا ایک چٹیل میدان ہے وہ پانی کا سراب دکھانے والی کتاب ہے اور اپنی بھونڈی باتوں کو جوڑ کر بے عقلوں کو دھوکا دیتی ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم براہین قاطعہ کا مصنّف ایک دھوکہ باز مصنّف ہے اور گمراہیوں کے کانٹوں میں پھنسا ہوا ہے۔

وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسوائی کا مستحق ہے۔ سید جلیل محمد علی ابن سید وطاہر وتری حنفی مدنی نے فرمایا۔ براہین قاطعہ کا رد کرنے والے نے مولف کی گمراہیوں اور کھلے کو واشگاف الفاظ میں آشکار کیا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ خلیل احمد سے منسوب ہے مگر یہ رشید احمد گنگوہی کی تصنیف ہے ان دونوں نے اس پر اللہ تعالیٰ کے کذب کی کیفیت قائم کی ہے اور حضور کا علم ابلیس لعین کے علم سے کم بیان کیا ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میلاد کو ذکر ولادت پر قیام کو کنہیا کے جنم دن کی رسومات سے تشبیہ دیتا ہے۔ کنھیا ہندوستان کے مشرک ہندوؤں کا دیوتا ہے۔ اس کی پیدائش کا دن آتا ہے۔ تو ایک عورت کو پورے دِنوں کی حاملہ بنا کر لایا جاتا ہے، وہ اس حالت کی نقل کرتی ہے جیسے کوئی عورت بچہ جن رہی ہو۔ وہ خوب کراہتی ہے۔ کروٹیں بدلتی ہے۔ پھر اس کے نیچے سے بچے کی ایک مورت نکالی جاتی ہے ہندو ناچتے کودتے تالیاں پیٹتے باجے بجاتے جاتے ہیں اور اس کے سوا اور بھی کئی گندے کھیل کھیلتے ہیں۔ اس گستاخ مولوی نے حضور کے یوم ولادت کی تمام تقریبات کو کہنیا کے جنم سے تشبیہ دی ہے۔ بلکہ مجلس میلاد کو ان مشرکوں سے بھی بڑھ کر بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ہندو تو ایک تاریخ مقرر کر لیتے ہیں۔ مگر یہ مسلمان میلاد کا دن منانے کے لیے کسی تاریخ کے پابند نہیں ہیں۔ جب چاہتے ہیں یہ خرافات کرتے چلے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ علماء حرمین شریفین کے سامنے علماء اہلسنت نے اعلان کیا کہ وہ مجلس میلاد النبی منعقد کرتے ہیں اور حضور کے ذکر خیر کو مجالس میں بیان کرتے ہیں مگر اس رشید احمد گنگوہی نے پھر بھی انکی ہجو لکھی اور تنقیص لکھنا شروع کر دی۔ وہ اپنے دیوبند کے رہنے والے مولویوں کو تمام علماء اہلسنت سے بلند و بالا تصور کرتا ہے۔

علمائے دیوبند

وہ علماء دیوبند کا حال لکھتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ علماء شرع کے مطابق لباس پہنتے ہیں۔ نماز با جماعت ادا کرتے ہیں۔ امر بالمعروف پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ فتوی نویسی میں غریب امیر کی تمیز نہیں کرتے اور ہمیشہ حق کو سامنے رکھ کر جواب دیتے ہیں اگر کوئی انکی غلطی پر آگاہ کرے تو وہ اسے معذرت کے ساتھ درست کر لیتے ہیں۔ جو شخص چاہے علماء دیوبند کا امتحان لے سکتا ہے۔

علماء مکۂ مکرمہ دیوبندیوں کی نظر میں

مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے کہ مکۂ مکرمہ کے علماء کا یہ حال ہے کہ وہ عقل وعلم سے عاری ہیں۔ یہاں کے اکثر علماء خلاف شرع لباس پہنتے ہیں۔ اسبال۔ آستین زیر دامن کا چغہ اور قمیص سب خلاف شرع ہیں۔ ان کی داڑھیاں قبضہ سے کم نہیں۔ نماز میں بے احتیاطی کرتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خیال نہیں کرتے۔ غیر مشروع انگوٹھیاں اور چھلّے پہنتے ہیں۔ فتوی نویسی میں جو چاہو لکھوالو۔ بشرطیکہ انہیں کچھ دے دو۔

ان کی غلطیوں اور لغزشوں پر آگاہ کیا جائے تو وہ کھانے کو پڑتے ہیں۔ بلکہ مارنے کو دوڑتے ہیں۔ شیخ العلماء مولانا سید احمد زینی دحلان نے ہمارے شیخ الہند مولانا رحمت اللہ سے جو معاملہ کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ انہوں نے ایک بغدادی رافضی سے کچھ روپیہ لے کر ابو طالب کو مومن لکھ دیا تھا جو صحاح احادیث کی روایات کے خلاف ہے۔

الغرض علماء دیوبند علماء مکہ پر اس قسم کی بے شمار باتیں منسوب کرتے ہیں۔ پھر ایسے ایسے واقعات بنا لیتے ہیں۔ جنہیں لکھتے بھی ندامت محسوس ہوتی ہے۔

ایک جگہ دیوبندی علماء نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰ پر یہاں تک لکھ دیا کہ

اگر ان علماء کے مفاسد بیان کروں تو لوگ حیران رہ جائیں۔ ایک نابینا جو مکہ کی ایک مسجد میں عصر کی نماز کے بعد وعظ کیا کرتا تھا۔ مجھے ملا میں نے اس سے مجلس میلاد کا دریافت کیا تو کہنے لگا بدعت ہے حرام ہے۔ میں نے اس اندھے واعظ کو بڑا پسند کیا۔ کیونکہ اس نے مجلس میلاد کو حرام قرار دیا۔"

یہ ہیں ان دیوبندی علماء کے خیالات جو علماء مکہ کے بارے میں اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ان بدبختوں کو ہدایت بھی اندھوں سے ملتی ہے۔

پانچ چیزوں کا علم

بعض ایسے علماء بھی پیدا ہو گئے ہیں جنہیں نصوص کے عمومی اور خصوصی حصّوں میں بھی تمیز نہیں ہے۔

وہ یوں کہنے لگے ہیں کہ تم لوگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روزِ ازل سے آخر تک کے تمام مَاکان وَمَایکون کا علم مانتے ہو۔ تو ان میں تو وہ پانچ چیزیں بھی ہیں جنہیں اللہ کے بغیر کوئی نہیں جانتا پھر اللہ سے مخصوص علم کو نبی کے لیے ماننا کہاں تک درست ہے۔

ایسے لوگ کتنے جلدی بھول جاتے ہیں۔ ہم سابقہ صفحات میں لکھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یہ خصوصیت ہے کہ اسے علم ذاتی ہے اور وہ علم جمیع معلومات الٰہیہ پر محیط ہے۔ البتہ مطلق علم عطائی اللہ کی عطا اور ارشاد سے اُس کے بندوں کو میّسر ہے مَاکان وَمَایکون کا علم ہم یونہی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم سے نسبت نہیں دیتے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہے پھر حضور کی احادیث سے ثابت ہے ائمہ کرام نے ثابت کیا قرآن پاک کی آیات۔ احادیث کی مستند روایات۔ صحابہ کرام کے اقوال، علماء کی تحریریں تمام کی تمام حضور کے علم مَاکان وَمَایکونُ پر شاہد عادل ہیں۔ دیوبندی علماء ان تمام دلائل کے مقابلہ میں کیا پیش کریں گے۔ انہیں کیا ہو گیا ہے کن خیالات اور عقائد پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ کیا اللہ کی آیات ایک دوسری آیت کا رد کر دیتی ہیں؟ تم لوگ قرآن پڑھتے ہو، عقل سے کام لو۔ ہوش کے کان لو۔ ہم پہلے بھی گزارش کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی نفی کی جو ٹل نہیں سکتی۔ اس طرح ثابت فرما دیا جس کے

انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

دونوں آیات میں واضح تطبیق ہے۔ان تطبیق کی وجہ تم خود جانتے ہو۔ گویا تمہارے کان ہیں۔ مگر سننے سے محروم ہیں۔ آنکھیں ہیں۔ مگر دیکھ نہیں سکتیں۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف پانچ چیزوں کے علم کو اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے مگر غیر اللہ کو ایسا علم دینے سے منع فرما دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو مختلف علوم غیبیہ اپنے بندوں کو عطا کرتا رہتا ہے۔ اور اس عطاء میں کوئی غلط بات نہیں۔

اس بات کو جاننے کے لیے جلدی کی ضرورت نہیں۔ ذرا تامّل اور تفکّر سے کام کو لے کر اس مسئلہ کو ذہن نشین کرنا چاہیئے۔ جلدی میں لغزش کا احتمال ہوتا ہے اور مناظرانہ بات سے معاملہ بگڑ جاتا ہے۔ آپ لوگوں نے یہ بات کس طرح فرض کر لیا ہے کہ ان پانچ علموں کے بیان کرنے میں کوئی خصوصیت ہے آیۃ کریمہ تو ان الفاظ میں ہے۔

إن الله عندہٗ علم السّاعۃ و ینزل الغیث ویعلمُ ما فی الارحام وماتدری نفسٌ ماذا تکسبُ غدا وماتدری نفسٌ بای ارض تموت۔ إن الله علیمٌ خبیر ؕ	ترجمہ:۔ بے شک اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے وہ پانی برساتا ہے اور مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے جانتا ہے۔کسی کو اس بات کا علم نہیں کہ کل کیا ہوگا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مرے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے۔

ان پانچ چیزوں کے بیان سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ یہ پانچ چیزیں اللہ کے ساتھ خاص ہیں اور ان میں کون سی خصوصیت پائی جاتی ہے اگر غور کیا جائے تو ان پانچوں میں بعض تو ایسی ہیں جن میں کوئی خصوصیت نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ مینہ برساتا ہے پانی اُتارتا ہے یا پیٹ کے اندر کی چیز کو جانتا ہے۔ ہم نہیں مانتے

کہ صرف مقام حمد میں ذکر کرنا مطلقاً اختصاص کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سمیع اور بصیر سے اپنی ذات کی صفت بیان کی ہے اور اسی صفت سے اپنے بندوں کو بھی وافر حصّہ دیا ہے۔ اور فرمایا۔

جَعَلَ لَکُمُ السَّمعَ وَالاَبْصَارَ وَالاَفئدہ ترجمہ:۔ ہم نے تمہارے لیے کان۔ آنکھیں اور دل بنایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میرا رب بھٹکتا نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام بھی نہیں بھٹکتے۔

یَاقَومِ لَیسَ بِی ضَلَالَۃ۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ۔ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا۔ انبیاء کرام بھی ظلم سے مبرّا ہیں۔ لَا یَنَالُ عَہدِ الظّٰلِمِین۔ اللہ نے فرمایا میرا عہد ظالموں تک نہیں پہنچتا۔

ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی چیزیں اسی کی ذات سے مختص ہیں مگر ان پانچ چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے کیا اختصاص بیان فرمایا ہے۔

پانچ چیزوں سے اختصاص کی حکمت

ہم سابقہ صفحات میں پانچ مغیبات پر گفتگو کر چکے ہیں مگر اب ہم ان مغیبات کے پس منظر اور اس حکمت کی روشنی میں اظہار خیال کریں گے جو ان علوم کے مختص ہونے کا باعث بنی۔ قرآن پاک میں پانچ کی گنتی یا تعداد بیان نہیں کی گئی اور پانچ کا لفظ بیان نہیں فرمایا گیا۔ ہاں مفہوم ادب کے پیش نظر ان چیزوں کا ذکر ہے جنکی کم از کم تعداد پانچ ہے۔ احادیث میں البتہ پانچ کا لفظ آیا ہے۔ اعتقاد کے بارے میں حدیث احاد کا ایک مقام ہے۔ نبی کریم کا یہ ارشاد ذہن نشین رہے۔ آپ نے فرمایا۔ اَعطَیتُ خَمساً لَم یُعطِیۡنَ اِحدٌ قبلی! اللہ تعالیٰ نے مجھے

ایسی پانچ چیزیں عطا فرمائی ہیں جو پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ حالانکہ حضور نبی کریمؐ بے پناہ عطاؤں سے نوازے گئے تھے۔ ان عطاؤں کی نہ گنتی تھی نہ شمار۔ اسی حدیث کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان کیا گیا۔ فَضَلت عَلی الانبیاء بِسِتَّۃ ۔ مجھے سابقہ انبیاء پر چھ چیزوں سے افضلیت دی گئی ہے کیا یہ دونوں حدیثیں ایک دوسرے کے خلاف واقعہ ہوئی ہیں ؟ ہرگز نہیں! فضائل کے شمار کرنے میں دونوں حدیثیں مختلف اعداد بیان کرتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی صحیح حدیثیں جسے آئمہ نے مستند مانا ہے تعداد میں ایک دوسرے کی نفی کرتی ہیں میں نے ایسی کئی ضعیف احادیث اپنی کتاب البحث الفاحص عن طرق احادیث الخالص میں جمع کی ہیں۔ ان میں اعداد میں کمی بیشی پائی جاتی ہے اور ایک حدیث دوسرے کی گنتی سے مطابقت نہیں کھاتی۔ مگر ان احادیث میں جو خصائص بیان ہوئے ہیں۔ وہ تیس سے بھی زیادہ ہیں۔ پانچ اور چھ کا تو ذکر ہی کیا اسی طرح جامع صغیر اور اس کے ذیل جمع اور جوامع میں تین تین چار چار اور پانچ پانچ کے اعداد لکھے گئے ہیں یہ اعداد کا حکم نہیں کر سکتے مگر آپ یہ کہیں گے ان احادیث کو چھوڑ کر زیرِ بحث ان پانچ چیزوں کو بیان کرنے کا قرآنی مقصد یا حکمت ضرور ہوگی۔ میں اسی حکمت اور نکتہ پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

میرے نزدیک ان کے پیچھے حکمت بھی ہے اور نکتہ بھی ہے۔ یہ نکتہ بلند و بالا ہے۔ اور یہ حکمت اعلیٰ و والا ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ وہابیہ جو اپنی پست فہمی سے صرف انہی مغیبات کو زیرِ بحث لاتے ہیں جن کا ان آیات میں ذکر آیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کے علاوہ کثرت سے مغیبات کا ذکر ملتا ہے۔ یہ پانچ مغیبات تو ان ہزاروں اور لاکھوں مغیبات کا ہزاروں حصہ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات عالم الغیب

اور دانائے غیب الغیوب ہے اس کی ہر صفت غیب ہے۔ نامۂ اعمال غیب ہے برزخ غیب ہے۔ بہشت غیب ہے۔ دوزخ غیب۔ حساب غیب ہے۔ قیامت کا میدان غیب ہے۔ لوگوں کا وہاں جمع کیا جانا غیب ہے۔ قبروں سے اُٹھایا جانا غیب ہے۔ فرشتے غیب ہیں۔ اللہ کے لشکر غیب ہیں۔ پھر بے پناہ ایسے غیوب ہیں جو آج تک ہمارے شمار واعداد میں نہیں آسکتے۔ اور حقیقت یہ نہیں ان غیوب کی حیثیت ان پانچ مغیبات سے زیادہ اہم ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان غیوب کا ذکر کرنے کی بجائے زیرِ بحث آیۂ کریمہ میں صرف ان پانچ مغیبات کا ذکر کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانۂ بعثت ان کاہنوں سے پُر تھا جو لوگوں کو حیرت انگیز اور مضحکہ خیز طریقوں سے ورغلاتے تھے۔ خصوصاً وہ لوگوں کو بتاتے تھے کہ ہم علم غیب جانتے ہیں۔ ہمارے پاس رمل کا علم ہے۔ نجوم کا علم ہے۔ قیافہ کا تجربہ ہے۔ عیافہ کی واقفیت ہے۔ آج سے ٹھہرے اور ہانسوں سے حساب لگا سکتے ہیں۔ وہ اپنی خواہشات اور ہوا و ہوس کو پورا کرنے کے لیے لوگوں کو طرح طرح کے حسابوں میں چکّر دیتے رہتے تھے۔ ان کے ہاں ذات خداوندی۔ صفات الٰہیہ آخرت فرشتے زیرِ بحث نہیں آتے تھے۔ نہ ہی لوگ ایسے مسائل دریافت کرنے آتے تھے۔ وہ یہی بات بتاتے تھے کہ بارش کب ہو گی۔ کہاں ہو گی۔ عورت کے پیٹ میں بچّہ ہے یا بچی؟ لڑکا ہے یا لڑکی؟ تجارت میں گھاٹا پڑے گا یا نفع ہو گا۔ کیسے نفع ہو گا کیسے نقصان ہو گا۔ مسافر اپنے گھر سلامتی سے واپس لوٹے گا یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ان کاہنوں اور کاہنوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے لوگوں پر واضح کیا۔ کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ غلط دعویٰ کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکا

دیتے ہیں۔ ایسی چیزوں کا علم ہے تو اس رب جلیل کو ہے جو ان چیزوں کا خالق و مالک ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان دنیاوی واقعات و حوادث کے ساتھ علم قیامت کو بھی بیان فرما دیا کہ اللہ ان علوم کے علاوہ ان حالات سے بھی باخبر کرنے والا ہے جو قیام قیامت پر رونما ہوں گے۔ تم ایک دو آدمیوں کی حدف پر بحث کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کے یوم حساب اور یوم فناء کو جاننے والا ہے۔

اہل نجوم محض زعم پرست لوگ ہیں۔ وہ عام حادثات کی نسبت محض باطنی نتائج پیش کرتے رہتے ہیں۔ کسی ایک گھر کی خرابی۔ کسی ایک شخص کی موت کے لیے ان کے پاس کوئی یقینی قاعدہ نہیں ہے۔ انہیں اپنے زعم پر بھی یقین نہیں ہے ستاروں کی نظریں۔ جوگ۔ باہمی نسبتیں اور دلالتیں غیر یقینی پیش کرتے ہیں۔ کبھی درستی آگئی مگر اکثر غلط ثابت ہوتی ہیں۔ بچّے کی پیدائش کا زائچہ تیار کرتے ہیں۔ عمر کا زائچہ مگر سال کے کئی لمحات اور حوادثات پر دھوکا کھا جاتے ہیں اور زائچہ کے نتائج غلط بتاتے جاتے ہیں۔ ایک ستارہ ایک گھر پر کچھ اثر ڈالتا ہے قوّت وصفت کی باہمی کشمکش ستارہ شناسوں کے ذہن میں نہیں آتی۔ وہ بھلائی اور نقصان پر حکم نہیں لگا سکتے۔ اس طرح اٹکل دوڑاتے رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک جدھر کا پلّا جھکتا نظر آتا ہے۔ فیصلہ کر دیتے ہیں مگر دنیا میں انقلاب لانے والی قوتوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ صرف قرآن پاک ہی اپنے قطعی فیصلوں کے اعتبار سے دُنیا کی عقلوں کو مطمئن کرتا ہے۔ زحل و مشتری کا تینوں برجوں آتشی حمل اسد قوس سے کسی کے اول میں جمع ہونا جیسا کہ طوفانِ نوح کے وقت ہوا تھا۔[1]

---

[1] نجوا؛ حکمت المحاسبات ہے۔ بعض یقینی حسابات کی رو سے لوگ عمدہ نتائج پر پہنچے ہیں۔ اگر دنیا باقی رہی تو علویتیں کا قرآن اعظم ضرور واقع ہوگا۔ یعنی ۵۸۴ھ سے ۲۳،

اور اسے سمجھنا ان کاہنوں اور ستارہ شناسوں کے بس کا روگ نہیں ہے۔ حساب سے آنے والے قیران وقتی طور پر سمجھے جا سکتے ہیں جس طرح سابقہ زمانوں میں تھے مگر یہ کہ وہ کتنے برسوں کے بعد ایسا قران اور اجتماع ہوگا کس بُرج کے کس درجہ پر ہوگا۔ کس دقیقہ اور کس طرف ہوگا۔ کتنے دنوں رہے گا۔ ایک ستارہ دوسرے کو کس وقت تک چھپائے رکھے گا اور کس وقت تک کھلا رہے گا۔ یہ ستارہ شناسوں کی باتیں ہیں مگر اس حساب کو تو وہ زبردست جاننے والا احکم الحاکمین ہی ہے لئے اسی کا اندازہ مقرر ہے۔ اس نے قیامت کے ذکر سے ایسے تمام مفروضوں کی بیخ کنی کر دی ہے اور اعلان کر دیا کہ اگر تم لوگ اپنے قیافے میں سچّے ہوتے تو

سابقہ حاشیہ: ذی القعدہ ۱۶۸۱ھ کو آدھی رات کو قریب حمل کے تیسرے درجے میں قرآن ہوگا اور یہ اوسط میں ہوگا۔ اگر دنیا باقی رہی تو یہ بات قرین قیاس ہے کہ قیامت برپا ہوگی۔ اسی محرم میں جو اس ذی القعدہ کے نزدیک ہوگا یا اس محرم میں جو ذی قعدہ کے پہلے آئے گا کیونکہ قرآن کی ابتدا انہیں دو ماہ میں ہوتی ہے جبکہ فاصلہ باقی رہے۔ انتہا قرآن کی خدا معلوم کب ہوگی۔ واللہ اعلم، احمد رضا خان۔ مدینہ منورہ

۱۷: میرے ذہن میں حضرت امام مہدی کے قائم ہونے کا زمانہ آتا ہے۔ یہ اور یہ زمانہ اسی صدی کے آخر میں واقع ہوتا ہے۔ مَیں نے لسان الحقائق سید المکاشفین امام اجل شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی کتاب الدر المکنون والجواہر المصؤن میں ان کا ارشاد دیکھا تھا کہ جب زمانہ کا زور بسم اللہ کے حروف پر ہوگا۔ تو امام مہدی قائم ہوں گے۔ اور ایک دن بعد حطیم پر جلوہ فرما ہوں گے۔ میری طرف سے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا۔

اِذا دار الزمان علی حروف ۔۔۔ بہ بسم اللہ فالمھدی قاما

ویخرج بالحطیم عقیب فھوم ۔۔۔ الا فاقراہ من عندی سلاما

ایک شخص کی موت کی بجائے قیامت کا اندازہ لگا لیتے جو زیادہ آسان تھا۔

ان پانچ مغیبات کی حکمت اور نکتہ یہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ حقیقی مغیبات کیا ہے۔ کاہنوں کی قیافہ رائیوں کی کوئی حقیقت نہیں یہ نکتہ اللہ کے فضل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے ہی ذہن میں آسکتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ آپ بتا دیجئے کہ آسمان و زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا۔ سوائے اللہ کے! مگر نبی کریم نے صرف پانچ چیزوں کا ذکر فرمایا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عام ذکر فرمایا ہے ہم میں اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ اس عام اور خاص اعداد میں کوئی نفی نہیں ہے۔ اللہ کے سوا پانچ چیزوں کو دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ حقیقی غیب کو جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عربی مقولوں میں سے   کے اس

سابقہ حاشیہ :۔ حدیث پاک میں دنیا کی عمر سات ہزار سال بیان کی گئی ہے اور میں آخرین ہزار میں ہوں۔ اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے دلائل النبوت میں ضاک ابن زمل جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور کا ارشاد ہے کہ بلا شبہ اس کی اُمید رکھتا ہوں۔ میری اُمت اپنے رب کے سامنے نا اُمید نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ انہیں آدھے دن کی تاخیر عطا فرمادے گا۔

امام احمد اور ابو داؤد اور نعیم بن صماد اور حاتم اور بیہقی نے باب بعث میں بیان کیا ہے اسی طرح ضیاد نے سید سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ سعد سے کہا گیا کہ آدھا دن کتنا ہے۔ بتایا پانچ سو برس کا۔ بیہقی نے ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی۔ کہ درگزر نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ادھے دن کو۔ میں کہتا ہوں۔ کچھ دور نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھے دن

قول کو ہی قرار دیا ہے۔ الا کل شیئ ماخلا اللہ باطل۔ اللہ کے بغیر ہمارے پاس چیز بھی آتی ہے بے حقیقت ہے۔

عام لوگوں کے نزدیک لا الٰہ الا اللہ کا یہ معنیٰ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مگر خواص کے نزدیک اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ اللہ کے نزدیک کوئی مقصود نہیں ہے۔ خاص الخاص کے نزدیک یہ معنیٰ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ مگر جو نہایت کو پہنچے اُن کے نزدیک یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی موجود ہی نہیں۔ یہ تمام معانی درست ہیں اور حق ہیں۔ ایمان کا مدار پہلے پر ہے۔ صلاح کا مدار دوسرے پر ہے۔ سلوک کا تیسرے پر۔ وصول الی اللہ کا چوتھے پر۔ اللہ تعالیٰ ان تمام معنی میں سے ہمیں حصہ عطا فرمائے۔

سواد بن قارب رضی اللہ عنہٗ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ اشعار پیش کیے۔

فاشھد ان اللہ لا شیئ غیرہٗ ۔۔۔ وانک مامُونٌ علیٰ کل غائب

وانک ادنیٰ المرسلین شفاعتہٗ ۔۔۔ الیٰ اللہ یا ابنِ الاکرمین الاطائب

فکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعتہٗ ۔۔۔ سواک بمغن عن سواد بن قاربِ

ترجمہ:۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں اور بے شک آپ تمام مغیبات کے امین ہیں بے شک آپ اطیب اور طاہر۔ آبا و امہات کے فرزند ہیں۔ تمام رسولوں سے زیادہ شفاعت کرنے

کی مہلت مانگی ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پورے دن کی مہلت دے دی ہو حضور نے ارشاد فرمایا۔ یہاں تمہیں ہرگز شکایت نہ کرے گا کہ تمہاری مدد کرے تمہارا رب تین ہزار اتارے ہوئے ملائکہ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اگر تم صبر اور پرہیزگاری کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری پانچ ہزار ملائکہ سے مدد کرے گا۔

والے ہیں اور اللہ کے قریب ہیں۔ آپ میرے سفارشی بن جائیے۔ اس دن آپ کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا اور سواد بن قارب کو کوئی نفع نہیں پہنچ سکے گا۔

اس روایت کو مسند امام احمد میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

میری گزارش

سواد رضی اللہ عنہ نے اول اللہ کے سوا ہر چیز کے وجود کی نفی کر دی۔ دوم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیبوں کے علم کا یقینی ہونا بتایا۔ سوم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ شفاعت کرتے ہیں، حضور نبی کریم نے فرمایا۔ اعطیتُ الشفاعۃ (مجھے شفاعت کی نعمت عطا کی گئی ہے) اس حدیث کو صحیح مسلم میں لکھا گیا ہے۔ وہابیہ کی عجیب منطق ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور کو صرف قیامت کے دن اذن شفاعت دیا جائے گا اب نہیں ہے۔ اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں حضور سے شفاعت کے لیے فریاد نہ کی جائے وہ زندگی میں شفاعت نہیں کر سکتے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اے میرے محبوب آپ اِسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ آپ اپنے خاص تعلق رکھنے والوں، مسلمان مرد اور عورتوں کے لیے بخشش مانگو۔ پھر ایک اور جگہ فرمایا۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہ جب لوگ آپ کے سامنے پیش ہو کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے بعد معافی مانگیں تو آپ ان کے لیے شفاعت کریں اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے اور مہربان ہے۔

وہابیہ نے ان آیات کو پس پشت ڈال دیا ہے اور ترجمہ کرتے وقت نہایت بخل سے کام لیتے ہیں۔

چہارم۔ حضرت سواد رضی اللہ عنہ اس پر بھی ایمان لائے ہیں کہ نبی کریم

کی شفاعت سب سے قریب ہے مگر وہابیہ کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی پشیمان توبہ کرنے والے کی بخشش کے لیے حیلہ کرنا چاہے گا تو جسے چاہے گا اُسے شفیع بنادے گا۔ کسی کی خصوصیت نہیں۔ پشیمانوں توبہ کرنے والوں کی قید اس لیے رکھ دی گئی کہ دہلوی مذکور کے نزدیک شفاعت صرف پشیمان کی ہوگی، لیکن اس گنہگار کی شفاعت نہ ہوگی جو توبہ نہ کرسکا ہو۔

پنجم۔ حضور شفاعت کرنے میں اللہ کے قریب تر ہیں۔ تمام شفاعت کرنے والے حضور کی وساطت سے شفاعت کریں گے اسی لیے سواد بن قارب نے حضور کی بارگارہ میں فریاد کی ہے۔

ششم۔ حضور کی شفاعت قریب تر ہونے کی بناء پر شفاعت کا خاصہ صرف سرورِ کائنات کی ذات ہے۔ بات یہی حق ہے۔ دوسرے شفاعت کرنے والے نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے اللہ کی بارگاہ میں حضور کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔ حضور نے فرمایا تمام انبیاء کرام کی شفاعت کا میں مالک ہوں۔ یہ فخر کی بات نہیں کہہ رہا۔ خدا کی عنایت اور عطاء کی ہے۔

ہفتم۔ ان کے کلام سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے جو حضور شافع یوم النور کا دامن پکڑلے حضور اس کے کام آتے ہیں۔ امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی کا نظریہ اس نامور صحابی کے کتنا خلاف ہے جو یہ لکھتے گئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی بیٹی کے بھی کام نہ آسکیں گے۔ پھر اوروں کی کیا گنتی۔

مندرجہ بالا خیالات ایک ایسے صحابی کے ہیں جو حضور کا عاشق بھی ہے اور حضور کی نگاہ میں محترم بھی۔ اس حدیث میں کہی ہوئی ساری باتیں حضور کی سیرت طیبہ میں جھلکتی نظر آتی ہیں۔ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے خبر انسان حضور

کی لاعلمی (معاذ اللہ) کے بارے میں قرآن کی یہ آیت سناتے ہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا۔ جس دن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جمع کرے گا تو فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا۔ عرض کریں گے ہم کو کچھ علم نہیں۔

اس آیۃ کریمہ میں انبیاء کرام کے بے علم ہونے کی کونسی دلیل ہے۔ انہوں نے بالکل درست اور حق بات کی اور اللہ کے سامنے اپنے ذاتی علم کی نفی فرمائی۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ سایہ اصل کے سامنے آتا ہے تو اس کی اپنی حیثیت کچھ نہیں رہتی۔ ملائکہ اللہ کی جناب میں پیش ہوئے تو عرض کی۔ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا۔ اے پاک اللہ۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ ہاں اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے عطا فرمایا۔ یہ علم عطائی پر اظہار خیال ہے۔ انبیاء کرام تو بارگاہِ خداوندی میں ملائکہ سے بھی زیادہ مؤدّب ہیں تو انہوں نے اللہ کے حضور اپنے علم کی نفی کردی۔

اس بات کا خلاصہ یہ ہوا کہ سب اللہ ہی کے واسطے سے ہے اور اس کی عطاء کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ ہم اس فیصلے پر پہنچ گئے۔ جو آئمہ کرام کا عقیدہ ہے کہ جو شخص بغیر عطاء الٰہی بذات خود علم کا دعویٰ کرتا ہے اسکی نفی کی جارہی ہے۔

ہمارے بعض علماء کرام نے روض التفسیر شرح جامع الصغیر میں احادیث البشیر والنذیر سے نقل کیا ہے۔ حضور کا یہ فرمان کہ ان پانچ چیزوں کو اللہ کے بغیر دوسرا کوئی نہیں جانتا اسکا مطلب یہ ہے کہ بذاتِ خود کوئی نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے بتا دے سکھا دے تو یہ اس کا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے علم والے حضرات اسی دنیا میں موجود ہیں۔ انبیاء تو انبیاء کرام ہیں ہم نے یہ علوم حضور کے امتیوں میں سے اکثر کے ہاں پایا ہے اور یہ اللہ کی عطاء ہے بحرمت سید

الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم۔

موت وحیات کا علم میں نے ایک ایسی جماعت کو دیکھا۔ جنہیں یہ علم تھا کہ وہ کب مریں گے اور ایسے بھی دیکھے جنہیں حمل کے دوران ہی بچے کی جنس (لڑکا یا لڑکی) کا علم تھا۔ امام جلال الدین سیوطی کی کتاب شرح الصدور، امام اجل نور الدین ابی الحسن علی لغمی شنطونی رحمۃ اللہ علیہ کی بہجۃ الاسرار اور امام اسعد عبد اللہ یافعی کی روض الریاحین اور فرحۃ المناظر کے علاوہ دوسرے سینکڑوں اولیاء کرام کی تصانیف میں ایسے واقعات ملتے ہیں۔ جن کا آج تک کسی نے انکار نہیں کیا۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ہمزیہ میں پانچ اشیاء کے علم غیب کی تشریح فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ انبیاء اولیاء کا علم اللہ کی عطا کا ثمر ہے۔ یہ اور ان اشیاء کا علم وہ علم الٰہی نہیں جو صرف اللہ کی ذات سے بعید اور منافی نہیں کہ وہ اپنے علوم غیبیہ سے بعض علوم کو اپنے انبیاء و اولیاء کو عطا فرمادے حتیٰ کہ وہ ان پانچ میں سے بھی جسے چاہے سرفراز فرماتا ہے۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کو اللہ کے بتائے بغیر اپنی عقل وفکر سے کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ یہ پانچ وہ مغیبات ہیں جو اللہ کی عطا کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہوئے [1]۔ اسی طرح امام اجل بدر الدین محمود عینی عمدۃ القاری

---

[1] اللمعات شریف میں ہے المعنیٰ انما لا یعلمہا احد غیب عقلہ من دون یعلمہ اللہ ۔ امام قسطلانی نے ارشاد الساری میں سورۂ انعام کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا وہ پانی برساتا ہے تو اس کے وقت کو نہیں جانتا۔ تو اس شہر کا نام نہیں جانتا جہاں تیرا انتقال ہوگا مگر جب اس کا حکم نازل ہو گیا تو پھر اس کے فرشتوں کو بھی

شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ امام قرطبی نے فرمایا کہ پانچ مغیبات والی حدیث خدا کے خزانۂ غیب کی کنجی ہے۔ جو شخص ان مغیبات کا دعویٰ کرتا ہے اور اس علم کو حضور کی تعلیم کے علاوہ تصوّر کرتا ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ جھوٹا ہے۔ جو عالم ماکان ومایکون صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کے بیان حاصل کرنے کا دعویٰ دار ہے۔ انہوں نے نہایت بلند دعویٰ سے اعلان کیا کہ حضور نبی کریم ان پانچ غیبوں کو بہ عطائے الٰہی جانتے تھے اور اولیاء میں سے جسے چاہیں بتاتے تھے۔

علامہ ابراہیم بیجوری رحمتہ اللہ علیہ نے شرح بردہ شریف میں لکھا ہے کہ کہ سید الانبیاء اس وقت تک دُنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک اللہ تعالیٰ نے انہیں پانچ مغیبات سے بھی آگاہ نہیں فرمایا۔

آخری گزارش

یہ پانچ مغیبات جن پر ہم نے بحث کی ہے ان کھلے ہوئے علوم غیبیہ میں سے ہیں۔ جسکی تشریح دینے والا جانتا ہے یا وہ جانتا ہے جسے یہ غیوب سکھائے گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ اپنے ان غیوب کو تقسیم کرنے میں کبھی بُخل نہیں فرماتے تھے۔ جمیع النایہ میں یہ روایت واضح ہے کہ لَمْ یخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتّیٰ اَطلعہ علی کلّ شیئٍ۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس وقت تک دُنیا سے نہیں لے گیا جب

سابقہ حاشیہ

علم ہو گیا کہ تُو نے کہاں مرنا ہے۔ اس کے بندوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ بارش کب ہوتی ہے۔ اس کے بغیر رحموں میں پرورش پانے والے کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔ مگر جسے اللہ تعالیٰ علم عطا فرما دے۔ فرشتوں کو بھی علم ہو گیا اور بندوں کو بھی۔ "یہ علم الا من ارتضیٰ من رسول" کی روشنی میں انبیاء اور اولیاء کو عطا ہوتا ہے۔

تک حضور کو ہر چیز کی اطلاع نہیں دے دی گئی۔ ان احادیث کی روشنی میں مجھے کہنے کی اجازت دیں کہ ہم وہ آیات کریمہ پیش کر چکے ہیں جو اس مطلب کی تصریح کر چکی ہیں وہ صحیح احادیث بیان کر چکے ہیں۔ جن کا مضمون مطلب کو واضح کرتا ہے۔ ان مفسرین کی تشریحات پیش کر چکے ہیں جو اس مسئلہ کی وضاحت کرتی ہیں ان تمام حوالوں میں پانچ مغیبات کا بذاتِ خود جاننا کہیں بھی نہیں آیا۔ ہاں اللہ کی عطا سے یہ پانچ چیزیں کھل کر بتائی گئیں۔ یہ علوم مخصوص باللہ نہیں بلکہ مخصوص بخلائق یہ عطائے خداوندی ہیں۔ اللہ کے علوم کے حاصل کرنے میں کوئی واسطہ ہونا ضروری ہے۔ حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ابریز میں بتایا ہے کہ ان پانچ مغیبات میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

حضور کے امتیوں پر غیوب کے انعامات

حضور عالم ماکان وما یکون کے مالک ہیں۔

آپ کے امتیوں میں سے سات حضرات اقطاب عالم بھی ان پانچ غیبوں کو جانتے ہیں حالانکہ یہ اقطاب ساتوں غوثوں کے ماتحت ہیں۔ کجا غوث اور پھر کجا وہ حضرات جنہیں ان پانچ علوم کی اطلاع دی گئی پھر کجا سید الانبیاء جو سابقہ اور آئندہ علوم پر مطلع ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ساتوں قطب سے وہ ابدال مراد ہیں جو ستر ابدال کے اوپر ہیں اور دونوں اماموں کے نیچے ہیں جو غوث کے دونوں وزیر ہیں۔ ابریز میں مزید لکھا ہے۔ پانچ غیبوں کا معاملہ حضورؐ سے کس طرح چھپا رہتا۔ جبکہ یہ حضور کی امت کا کوئی صاحب تصرف اس وقت تک تصرف نہیں کر سکتا جب تک اسے اِن پانچ غیوب کا علم عطا نہ ہوا ہو۔

ہم ان منکرین کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ ان حضرات کی کتابیں پڑھیں۔ ان کی باتیں سنیں اور اولیاء اللہ کی تکذیب سے باز آجائیں۔ انکی تکذیب دین کی بربادی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے منکرین سے انتقام لے گا۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ بِعِبَادِہِ العَارِفِین۔

میں اس شخص کی علمی پستی پر افسوس کرتا ہوں۔ جو پانچ مغیبات کو اللہ تعالیٰ کے مخصوص علوم میں شمار کرتا ہے۔ میں اس کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کرسکتا کہ وہ ان پانچ چیزوں کے علم کو اللہ کے خصوصی علوم میں شمار کررہا ہے اگر اس کی بات مان لی جائے تو پھر ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی تمام علوم غیبیہ تو اپنے انبیاء کرام کو خصوصاً اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھا دیئے تھے صرف ان پانچ چیزوں کو اپنی ذات کے لیے مخصوص فرماکر کسی کو اس کی خبر نہ ہونے دی اور نہ اپنے رسولؐ کو بتائے نہ کسی دوسرے نبی کو۔ یہ بات غلط ہے۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ رسول اللہؐ ان پانچ چیزوں کے علاوہ ان تمام علوم غیبیہ جن کا علم رب الارباب کی ذات اور اس کی جملہ صفات جن کو صرف وہی جانتا ہے۔ حضور کے علم میں تھیں۔ پھر اللہ کے غیر متناہی علوم بھی حضور کی معلومات کا حصہ تھے۔ مگر ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ علماء اہلسنت اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی اور صفات غیر متناہیہ پر کسی مخلوق کا اختیار کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ یہ وہابیہ کی جہالت ہے۔ انہوں نے نبی کریم کی شان کو کم کرنے کا تہیّہ کر رکھا ہے اور کھل کر بات کرنے کی بجائے علوم غیبیہ کی تعداد اور حدود میں تقسیم کرتے ہیں اور پھر نبی علیہ السلام کے علوم کو بعض علوم کی اصطلاح میں لاکر دجل وفریب کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔

حضرت اُمّ الفضل کے پیٹ میں کیا ہے

خطیب اور ابونعیم نے دلائل النبوت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ مجھے ام الفضل رضی اللہ عنہا نے بتایا تھا کہ میں ایک بار حضورؐ کے سامنے سے گزری تو آپ نے فرمایا۔ تم تو حاملہ ہو۔ تمہارے پیٹ میں لڑکا ہے۔ جب وہ پیدا ہو تو اُسے میرے پاس لانا۔
ام الفضل نے بتایا حضور! مجھے حمل کہاں۔ کوئی علامت محسوس نہیں ہوتی حالانکہ قریش نے تمام عورتوں مردوں کو قسمیں دلائی ہیں کہ کوئی شخص عورتوں کے پاس نہ جائے۔
حضور نے فرمایا۔ قسم والی بات اپنی جگہ ہے مگر میری بات سچی ہے!

ام الفضل بتاتی ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ میں اسے اٹھا کر حضور کی خدمت میں لے گئی۔ حضور نے بچے کے داہنے کان میں اذان دی۔ بائیں کان میں اقامت فرمائی۔ اپنا لعاب دہن بچے کے مُنہ میں ڈالے۔ اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا۔ اس خلفاء کے باپ کو لے جاؤ۔ میں نے یہ بات اپنے خاوند عباس سے کہی۔ وہ بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی مجھے ام الفضل نے یوں کہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بات سچی ہے۔ جو میں نے کہی ہے۔ یہ بچہ خلیفوں کا باپ ہے۔ ان میں ایک سفاح نامی خلیفہ ہوگا۔ اور ایک مہدی نامی ہوگا۔

حضور نے ام الفضل کے پیٹ میں جو کوئی بھی تھا۔ جان لیا تھا بلکہ اس کی زندگی۔ اس کی اولاد سے آنے والے خلفاء کے نام تک بتا دیئے جو کئی پشتوں کے بعد آنے والے تھے انہیں جان لیا پشت در پشت آنے والے بچوں کو جان لیا اور اعلان کر دیا۔ خلیفوں کے باپ کو لے جاؤ۔ پھر فرمایا۔ سفاح بھی ہوگا۔ مہدی بھی ہوگا۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے پیدائش سے پہلے بیٹی کی بشارت دی۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ان کے والد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے غابہ والے مال سے مجھے بیس وسق چھوہارے ہبہ فرمائے اور حکم دیا کہ انہیں درختوں سے اُتروالو۔ حضرت صدیق اکبر کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے ام المومنین سیدہ عائشہ کو اپنے پاس بلا کر کہا۔ بیٹی! مجھے تم سے دُنیا بھر میں کوئی چیز عزیز نہیں۔ مجھے اپنے بعد تمہاری غربت کا بہت خیال آتا ہے میں نہیں چاہتا کہ تمہاری زندگی میں بدحالی آئے میں نے جو چھوہارے دیئے تھے انہیں ابھی اُتروالو۔ اگر میرے جیتے جی تمہارے قبضہ میں آ گئے تو تمہارے ہیں ورنہ ورثہ میں جتنا حصہ آئے گا وہی ملے گا۔ تمہارے دو بھائی اور ایک بہن بھی وارث ہیں۔ پھر اللہ کے احکام کے مطابق تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ نے کہا۔ اے والد مکرم۔ اگر میرے لیے اس سے دگنا مال بھی ہوتا تو اپنے بھائی بہنوں میں تقسیم کر دیتی۔ مگر مجھے یہ تو بتائیں کہ میرے دو بھائی اور ایک بہن ہے۔ مگر آپ بہنیں فرما رہے ہیں۔ حالانکہ میری تو صرف ایک ہی بہن (اسما) ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بنت خارجہ کے پیٹ میں حمل ہے اور اس سے بچی پیدا ہو گی۔ اور یہ بات میرے علم میں ہے۔

اس روایت کو ابن سعد نے اپنے طبقات میں یوں بیان کیا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنت خارجہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے۔ اس کے متعلق مجھے الہام ہوا ہے کہ وہ بچی ہو گی میں تمہیں وصیت کرتی ہوں کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹی ام کلثوم پیدا ہوئی۔

احادیث میں لکھا ہے کہ عورت کے رحم پر اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے وہ بچے کی صورت بناتا ہے۔ نر اور مادہ کی صورت تیار کرتا ہے۔ خوبصورت اور بدصورت کا نقش بناتا ہے۔ اس کی عمر اور رزق متعین کرتا ہے۔ پھر یہ بھی لکھتا ہے کہ یہ بدبخت ہوگا یا نیک نیت۔

خیبر کا جھنڈا

صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے خیبر کی حدیث لکھی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واللہ کل اس شخص کو علم دیا جائے گا۔ جس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوگا۔ اللہ اور رسول اسے دوست رکھتے ہوں گے۔ دوسرے دن یہ علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیا گیا حضور نے یہ بات قسماً فرمائی تھی۔ حضور کو دوسرے دن کا یقینی علم تھا کہ میں کل کیا کروں گا۔

مقام وصال کی خبر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا۔ کہ آپ کا وصال مدینہ میں ہوگا۔ آپ نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا۔ میری زندگی وہاں جہاں تمہاری۔ میرا وصال وہاں ہے جہاں تمہارا۔ اس حدیث کو مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان

سلہ: اسی طرح حضور نے بہت سے غیبی واقعات جو صدیوں بعد آنے والے ہیں خبریں دی ہیں جنگوں کی فتنوں کی۔ اور سیدنا مسیح علیہ السلام کے اترنے کی خبریں دیں۔ امام مہدی کے ظاہر ہونے۔ دجال کے ظہور یاجوج وماجوج کی یلغار دابۃ الارض وغیرہ وغیرہ جیسے واقعات کی خبر دی۔ امام عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرمایا ہے کہ ہر نفس اپنے کون سے مختص ہے اور اسی طرح واقعہ نہ ہوا۔ تو وہ علم سے مطلع نہ ہونا ہوگا، لیکن اگر ویسے ہی ہو گیا تو علم پر مطلع ہونا ثابت ہو گیا۔

کیا گیا ہے۔

جب حضور نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ فرمایا تو آپ نے پوچھا۔ معاذ تم اس سال کے بعد مجھے دنیا میں نہ مل سکو گے یَا مُعَاذُ اِنَّکَ عَسیٰ اِنْ لَا تَلْقَانِیْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا وَلَعَلَّکَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ ھٰذَا وَ قَبْرِیْ ۔ مگر یاد رکھو تم میری مسجد میں آؤ گے اور میری قبر پہ حاضری بھی دو گے۔ اس حدیث مبارکہ کو امام احمد نے اپنی مسند میں لکھا ہے اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک اور حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو میدانِ بدر میں اعلان فرمایا۔ اس جگہ فلاں مشرک قتل ہو گا اور ہر ایک کے قتل ہونیکی جگہ آپ نے ہاتھ زمین پر رکھ کر بتائی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ شام کو جنگِ بدر کا فیصلہ ہوا۔ تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ نے جہاں جہاں نشان دیا تھا اور جس جس کافر کے متعلق کہا تھا اُس کا لاشہ پڑا تھا۔ سیدنا عمر فاروق نے ان لاشوں کو دیکھ کر حضورؐ کے قول کی تصدیق کی تھی۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہ اپنی شہادت کی رات تو بار بار مکان کے باہر تشریف لے جاتے اور آسمان کی طرف دیکھتے اور فرماتے خدا کی قسم نہ مجھے غلط بتایا گیا ہے اور نہ میں غلط کہتا ہوں۔ یہ وہی رات ہے جسکا مجھے وعدہ کیا گیا تھا۔

حضور کے ایک اور صحابی اقرع بن شفی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور یہ روایت حسن ہے۔ حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ افلح نام تھا کہ عبداللہ بن سلام مصری باغیوں کے پاس جانے کی بجائے اہلِ مکہ کے پاس آئے اور کہا حضرت عثمانؓ کو قتل نہ کرو۔ وہ چالیس دن کے بعد اس دُنیا سے جانے والے ہیں۔ اُنہوں نے انکار کر دیا۔ کچھ دنوں بعد پھر آئے

اور انہیں کہا انہیں قتل نہ کریں یہ پندراں روز کے بعد واصل بحق ہو جائیں گے۔

ہم نے اس سے پہلے لکھا ہے کہ صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے کلام کا بے پناہ سمندر ہے جسکا کوئی کنارہ نہیں اور ان کا پانی کھینچنے سے کم نہیں ہوتا۔ لیکن ہم احادیث کے بغیر واقعات۔ بیان کرنا ضروری خیال کرتے ہیں تاکہ حدیث کو ماننے والے کا سینہ پھٹ جائے۔ اور وہ اپنے خیالات سے باز آئے۔

بہجۃ الاسرار اور اس کے مصنّف

امام اجل عارف افضل ولی اکمل شیخ القراء عمدۃ العلماء زبدۃ العرفا سیدنا امام ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی مصری قدس سرہ جن کی شاگردی کا شرف امام اجل ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری مؤلف حصن حصین کو حاصل ہے۔ انکی مجلس میں امام فن رجال شمس العلماء ذہبی صاحب میزان الاعتدال نے حاضری دی تھی[1]۔ اور اپنی کتاب طبقات قراء میں انکا تذکرہ کیا ہے اور انکی شخصیت کو ہدیہ تحسین پیش کیا ہے۔ امام اجل عارف باللہ حضرت عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی رضی اللہ عنہ نے اپنی مشہور کتاب مرآت الجنان میں آپ کو بڑے بڑے خطابات اور القابات سے یاد کیا تھا۔ امام جلیل القدر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن المحاضرہ میں آپ کو "امام یکتا" لکھا ہے پھر اپنی کتاب دل و دماغ کو روشن کرنے والی المعروف بہ بہجۃ الاسرار و معدن الانوار میں لکھا ہے (اس کتاب کے متعلق شیخ عمر بن عبدالوہاب

---

[1] علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے زبدۃ الآثار میں لکھا ہے کہ بہجۃ الاسرار ایک بہت بڑی کتاب ہے۔ علامہ ذہبی نے جو علماء حدیث میں بڑا بلند مقام رکھتے ہیں۔ مصنف بہجۃ الاسرار کو ہدیہ تحسین پیش کیا ہے وہ علامہ شطنوفی کی مجلس میں خود حاضر ہوئے ـــــ ان کا طریق تدریس کہا ـــــ اور سکوت کا درجہ بہت آیا۔

فرضی حلبی نے فرمایا تھا۔ میں نے اس کتاب کو پڑھا تو مجھے ایک بھی بات ایسی نہ ملی جس پر عمل کرنے کو دل نہ چاہا ہو اور اس پر عمل کرنے پر آمادہ نہ ہوا ہو۔ اس کتاب میں سے اسنی المفاخر۔ نشر المحاسن اور روض الریاحین اور کتاب الاشراف جیسی مشہور زمانہ کتابوں میں اقتباسات ملتے ہیں۔ کشف الظنون میں سیدی عارف باللہ جلیل القدر مکارم النہر خالصی قدس سرہ (جو سید علی بن ہیتی کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے ان کے اوصاف محتاج تعارف نہیں ہیں) ۔ آپ نے اپنی اس مشہور کتاب بہجۃ الاسرار میں ایک اور جگہ پر لکھا ہے کہ میں خود جناب غوث الاعظم والمعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ میری آنکھ نے حضرت محی الدین عبدالقادر جیسا پیر نہیں دیکھا۔ رضی اللہ عنہ

حضرت غوث اعظمؓ اور غیب کی باتیں

ہمیں شیخ ابن شیخ ابی المجد مبارک ابن احمد بغدادی حریمی حنبلی نے بتایا کہ انہیں ان کے والد اور انہیں اُن کے دادا ابو المجد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ میں ایک شیخ مکارم رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا ــــ آپ کا گھر نہر خالص پر تھا میرے والد کے دل میں خطرہ گزرا کاش میں حضور غوث الاعظم کی کوئی کرامت دیکھ سکتا۔ حضور نے مسکراتے ہوئے میری طرف التفات فرمایا اور کہا۔ ہمارے پاس عنقریب پانچ شخص آنے والے ہیں ان میں سے ایک گورا سُرخ رنگ ہو گا۔ اس کے دائیں رخسار پر تل ہو گا آج کے بعد اس کی عمر صرف ۹ ماہ رہ گئی ہے۔ اسے بطائح میں شیر چیر پھاڑ جائے گا اسے وہیں سے اللہ تعالیٰ اُٹھائے گا۔

دوسرا عراقی ہو گا جس کا رنگ سرخ و سفید ہو گا مگر وہ کانا اور لنگڑا ہو گا۔ ہمارے پاس ایک ماہ زیرِ علاج رہے گا مگر جانبر نہ ہو سکے گا۔ تیسرا ایک مصری گندمی رنگ کا ہو گا اس کے بائیں ہاتھ کی چھ انگلیاں ہوں گی بائیں ران پر نیزے کا زخم ہو گا جو اسے

تیس برس پہلے لگا تھا - وہ ہندوستان میں تجارت کے لیے نکل جائے گا اور وہاں ہی تیس سال بعد فوت ہو گا - چوتھا شامی ہو گا جس کا رنگ گندمی ہو گا - اس کی انگلیوں پر کٹا ہو گا - وہ حریم میں تمہارے گھر کے سامنے مرے گا - سات برس تین ماہ اور سات دن کے بعد اس کی موت واقع ہو گی - ایک گورے رنگ کا یمنی نصرانی ہو گا - اس کے کپڑوں کے نیچے زنار بندھا ہو گا - وہ اپنے ملک سے تین برس سے نکلا ہوا ہے اور وہ اپنا مذہب کسی کو نہیں بتاتا - وہ مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کی جاسوسی کر رہا ہے ۔

کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ یہ لوگ حضرت غوث اعظم کی خدمت میں حاضر ہو گئے - عجمی نے بھنا ہوا گوشت طلب کیا - عراقی نے چاول اور مطبخ کا گوشت مانگا - شامی نے شامی سیب کا مطالبہ کیا - یمنی نے نیم برشٹ انڈا مانگا مگر کسی نے اپنی خواہشات دوسرے کو نہ بتائی - ہمارے دیکھتے ہی ان کے خواہش کے مطابق کھانے آ گئے - وہ کھانے لگے ۔

ابوالمجد نے فرمایا - خدا کی قسم میں غور سے دیکھتا رہا - ان کے بتائے ہوئے حلیہ میں ذرہ بھر فرق نہ تھا میں نے مصری سے اس کے پرانے زخم کا دریافت کیا وہ حیران رہ گیا - اور کہنے لگا - یہ زخم مجھے تیس سال پہلے لگا تھا - وہ اپنی اپنی خواہش کے مطابق کھانا کھانے کے بعد انہیں غشی آ گئی - ہوش میں آئے تو یمنی نے کہا - حضرت اس شخص کی کیا تعریف ہے جو صوفیوں کے دل کے بھید جانتا ہے " آپ نے فرمایا - مجھے معلوم ہے - تم عیسائی ہو - تمہارے لباس کے نیچے زنار ہے ۔ یہ سنتے ہی وہ شخص چیخ مار کر اٹھ کھڑا ہوا اور اسلام قبول کیا - آپ نے فرمایا - بیٹا تجھے مختلف مشائخ نے دیکھا تھا - انہیں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ تم نصرانی ہو اور زنار باندھے ہوئے ہو - مگر انہیں یہ معلوم تھا کہ تم نے میرے پاس آ کر اسلام لانا ہے

اس لیے چپ رہے اسکی وفات ویسی ہی ہوئی جیسے شیخ نے بتایا تھا۔ اس میں ذرہ بھر بھی تقدم وتاخیر نہ ہوئی۔ عراقی ایک ماہ بیمار رہا۔ اور وہاں ہی شیخ کی ایک خانقاہ کے ایک کونے میں مرگیا۔ میں نے خود اس کا جنازہ پڑھا تھا۔ شامی میرے پاس حریم میں مرا ــــ وہ میرے دروازے پر گر پڑا اس نے مجھے آواز دی۔ میں باہر آیا میں نے دیکھا کہ وہی شامی تھا۔ اسکی موت جس طرح شیخ نے کہی تھی۔ سات برس تین ماہ سات دن کے بعد ہوئی۔

یہ ایک واقعہ ہے۔ جیسے کوئی عقلمند انسان جھٹلا نہیں سکتا۔ حضرت غوث الاعظم حضور کے غلامانِ غلام ہیں۔ خادم خادمانِ خدام حضور ہیں۔ انہوں نے ایک شخص کے متعلق ۷۲ بہتر عیبوں کا اظہار کیا۔ جن میں راز درون سینہ۔ مرنے کی جگہ۔ موت کا وقت۔ موت کے اسباب۔ کل کیا کرے گا۔ اور اس کے علاوہ کئی غیبی چیزوں سے پردہ اُٹھایا۔ یہ بات بلاشک وشبہ ہے

ابوالمجد کے دلی خطرہ سے مطلع ہونا۔ پھر ان لوگوں کی خبر دینا جو آنے والے تھے۔ پانچ آدمی۔ ایک عجمی۔ دوسرا عراقی۔ تیسرا مصری۔ چوتھا شامی۔ پانچواں یمنی۔ یہ آٹھ غیب تھے۔ جن سے مطلع کیا۔ عجمی کے متعلق گیارہ غیب ظاہر کیئے۔ وہ گورا ہوگا۔ اسکی میں سرخی ہوگی۔ اس کے تل ہوگا۔ اس کے رخسار پر ہوگا۔ یہ رخسار دایاں ہوگا۔ گوشت کی خواہش کرے گا۔ گوشت بھنا ہوا کھائے گا۔ نو ماہ بعد مر جائے گا۔ اس کی موت شیر کے پھاڑنے سے ہوگی اور مقام لبطایح میں ہوگی۔ اور وہیں دفن ہوگا وہاں سے منتقل نہ ہوگا اور یہیں سے اس کا حشر ہوگا۔

اسی طرح عراقی کے بارے میں گیارہ غیب ظاہر کردیئے گورا ہوگا۔ سرخی جھلکتی ہوگی۔ آنکھ میں داغ ہوگا۔ پاؤں میں لنگ ہوگا۔ بطیخ چاہے گا۔ چاولوں کے ساتھ کھائے گا۔ بیمار ہوگا۔ ایک ماہ بیماری میں رہے گا۔ اسی بیماری میں مرجائے

گا۔ یہاں مرے گا۔ ایک ماہ بعد مرے گا۔

مصری کے متعلق پندراں غیبوں سے پردہ اٹھایا۔ گندمی رنگ ہوگا۔ چھینگا ہو گا۔ چھٹی انگلی الٹے ہاتھ میں ہوگی۔ زخم پورا نہ ہوگا۔ تیس برس کا پرانا زخم خوردہ ہوگا۔ شہد کی خواہش کرے گا۔ صرف شہد ہی نہیں گھی سے ملا ہوا شہد مانگے گا۔ وہ تجارت کرے گا۔ اس کا کاروبار ہندوستان میں ہوگا۔ بیس سال تک تجارت کرتا رہے گا۔ ہندوستان میں مرے گا۔ اس کی موت بیس سال بعد ہوگی۔

شامی کے متعلق بھی نو عیب افشاء کیے۔ گندمی رنگ ہوگا۔ سیب کی خواہش کرے گا۔ انگلیوں میں موٹے موٹے گٹے پڑے ہوں گے۔ شامی سیب مانگے گا۔ زمین حرم میں مرے گا۔ اس کی موت ابوالمجد کے گھر کے دروازے پر واقع ہوگی۔ وہ سات برس تین ماہ اور سات دن جیئے گا۔

یمنی کے بارے میں آٹھ عیب بتائے۔ گورا ہوگا۔ گندم گوں ہوگا۔ نصرانی ہو گا۔ اس کے کپڑوں کے نیچے زنار ہوگا۔ اپنے ملک سے مسلمانوں کے امتحان کے لیے نکلا تھا۔ اسے اس کام میں تیس سال گزر چکے تھے۔ اُس نے اپنی نیت چھپا رکھی تھی۔ نہ گھر والوں کو خبر نہ شہر والوں کو۔ اس کی خواہش انڈا ہوگی۔ وہ انڈا بھی نیم بریان مانگے گا۔

یہ باسٹھ غیب ہیں۔ جنہیں جناب غوث پاک نے ان لوگوں کے آنے سے پہلے مطلع کر دیا تھا۔ ان غیبوں کے علاوہ پانچ مزید غیب بتائے۔ ان میں سے کوئی ایک اپنی خواہش اور مقاصد کے متعلق دوسرے کو مطلع نہ کر سکا۔ پانچ مزید غیب تھے کہ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ ہمیں یہ یہ چیز ملے۔ یہ بہتّر غیب جناب غوث الاعظم کی زبان سے ظاہر ہوئے۔ فسبحان الذی اعظمی ماشاء من شاء من عبادہٖ وللہ الحمد۔

کس زمین پر انتقال ہو گا

یہ حدیث ابن سکن - ابن مندہ اور ابن عساکر رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے اُنہوں نے بتایا کہ مَیں بیمار پڑ گیا۔ حضور رحمتہ للعالمین میری بیمار پُرسی کے لیے تشریف لائے۔ مَیں نے حضورؐ کو دیکھ کر عرض کی "یا رسول اللہ مجھے ڈر ہے میں اس بیماری سے مر جاؤں گا"

آپ نے فرمایا۔" نہیں ایسا نہیں تم زندہ رہو گے۔ شام کی طرف ہجرت کرو گے اور فلسطین میں ایک ٹیلے پر موت آئے گی۔"

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے دَور خلافت میں اُن کا انتقال ہوا تھا اور رملہ میں دفن ہوئے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے مصریوں کو غیب سے مطلع کر دیا۔

اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام نے مصریوں سے فرما دیا تھا کہ جب تم سات برس تک حسبِ دستور کھیتی باڑی کرتے رہو گے۔ سات سال کے بعد ایک وقت آئے گا کہ لوگ بارش سے مالا مال ہو کر فصلیں اُگائیں گے۔ پھر سات سال تک بارش بند رہے گی اور قحط پڑے گا۔ پندرہ سال بعد اتنی بارش ہو گی کہ انگور کی بیلیں زمین سے پھوٹ جائیں گی۔ انگوروں کے شیرے سے لوگ سیراب ہوں گے۔

مَیں ان واقعات کی جزئیات سناتا جا رہا ہوں، حالانکہ ایسے واقعات کا تو حصر و شمار ہی نہیں ہے۔ ایسے واقعات قیامت تک رونما ہوتے رہیں گے۔ خصوصاً پانچ چیزوں کا علم اللہ نے اپنے بندوں کو ایسا عطا فرمایا ہے کہ ثبوت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اہل عقل و دانش کسی تک کا اظہار نہیں کرتے۔ یہ سارے

غیوب تو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں ۔ اور لوح و محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں اور لوح محفوظ سے ملائکہ اور اولیاء بھی واقف ہوتے ہیں[۱]۔ انبیاء کرام اور خصوصاً سیدالانبیاء علیہم السلام کا تو مقام ہی ارفع واعلیٰ ہے ۔ آپ کے ان کمالات کا انکار وہی کرتا ہے جو عقل وایمان سے محروم و محجوب ہو ۔

لوح مبین ہے

اللہ تعالیٰ نے لوح کی تعریف مبین کے لفظ سے فرمائی ہے وَکل شیٍٔ فی امام مُبِیْن ط مبین وہ چیز ہوتی ہے جو واضح ہو ۔ ظاہر ہو ۔ کوئی ابہام نہ پایا جائے ۔ اگر لوح محفوظ مخلوق خداوندی سے غائب ہو تو کس بات لوح مبین ہے ۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ لوح محفوظ ایسی چیز ہے جس میں آسمان و زمین کے تمام غیوب محفوظ ہیں ـــــ تو کوئی ایسا غیب نہیں جو کتاب مبین میں نہیں ہے ۔ امام بغوی نے معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ لوح محفوظ میں ہر غیب موجود ہے ۔ امام نسفی نے مدارک التنزیل میں لوح مبین لکھا ہے ۔ ملائکہ لوح محفوظ کو دیکھتے ہیں ۔ روشن ہے ۔ ظاہر ہے ۔ واضح ہے ۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ مرقات شریف میں لکھتے ہیں " ماکان ومایکون " کے تمام علوم لوح محفوظ میں ثبت ہیں ۔ دوسرے لفظوں میں تمام اشیائے عالم لوح محفوظ میں تحریر ہیں ـــــ قرآن پاک کی آیات کے نزول کے وقت یہ تمام نقوش لوح محفوظ پر حبیب مکرم پر وارد ہوئے لوح ایک متناہی علوم پر مشتمل ہے ۔ اور ایک متناہی غیر متناہی کا احاطہ نہیں کر سکتی ۔ لوح میں وہی چیزیں لکھی ہوئی ہیں جو روز اول سے قیام قیامت تک ہونے والی ہیں ۔ لہٰذا میرے نزدیک ایسی کوئی دلیل نہیں کہ مغیبات ماکان ومایکون اس میں داخل نہ ہوں ۔ اگر واقعی تعین وقت کا علم لوح محفوظ میں ہے تو یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے

---

[۱] لوح محفوظ است پیش اولیاء ۔ رومی

واقف ہیں اور اگر یہ بات مان لی جائے کہ ان علوم کو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے علیحدہ رکھا ہے۔ تو پھر قرآن کی آیات سے استدلال نہیں بنتا اور دونوں طرح کا احتمال رہے گا۔ یہ بات یقینی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم صرف لوح محفوظ تک ہی محدود نہیں۔ لوح محفوظ تو حضور کے علم کے سمندروں کی ایک موج ہے۔ آپ کے بحرِ بے کنار کی ایک نہر ہے یہی وجہ ہے کہ میرا ایمان ہے کہ سوئی سَاعَةِ عَلَیٰ خِلَافِ فِیْهَا۔ جس طرح میں علم کا یقین نہیں کرتا۔ علم کی نفی پر یقین نہیں رکھتا میں تو وہی کہتا ہوں جو علامہ امام تفتازانی نے اپنی شرح عقائد میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض برگزیدہ انبیاء کرام کو علوم غیبیہ پر آگاہی فرمادی ہے اور یہ عقیدہ یقینی ہے لیکن علوم علوم عطاء اور علوم غیبیہ کا عقیدہ یقینی ہے۔

امام قسطلانی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور اولیاء کو اپنے غیوب سے مطلع فرمایا تھا۔ غیوب خمسہ سے اپنے حبیب مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کو واقف فرمادیا تھا۔ ہم عنقریب اس موضوع پر علامہ بیجوری۔ علامہ شنوائی اور حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کی روشن آرا پیش کریں گے۔ پھر اس موضوع پر علامہ مدابغی۔ علامہ فاضل عارف عشماوی جیسے جلیل القدر حضرات کے خیالات کی تصریح پیش کروں گا اور اُن کے دلائل قاطع کی روشنی میں ثابت کروں گا کہ مولا تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرّم کو علوم غیبیہ عطا فرما دیئے تھے۔ پھر یہ بھی بتاؤں گا کہ ملائکہ کو نفخ صور کا علم وقوع قیامت سے پہلے ہی عطا فرما دیا گیا تھا اور اس مقدمہ پر امام فخر الدین رازی کے دلائل پیش کروں گا۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تمام مخلوقِ الٰہی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے علوم عطا ہوئے ہیں اور ہر قسم کے علم کا سرچشمہ حضور کی ذات کریمہ ہے۔ یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ جو علم دیتا ہے اسے خود عالم اور اَعلم ہونا

ضروری ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم کو قبل قیامت کا علم ہونا اور ازل و ابد تک کے علوم کا ماہر ہونا۔ آیات اللہ کے منافی نہیں ہے۔ پھر ان علوم سے جو حضور نے تقسیم فرمائے ہیں۔ بڑھ کر حضور کا عالم ہونا بھی آیات کے منافی نہیں ہے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ حضور کے تمام علوم اعلام اللّٰیہ سے ہیں تو اب یہ بات خود بخود ذہن میں جھلک اٹھتی ہے کہ حضور کو ان پانچ چیزوں کا علم تو دیا گیا مگر انہیں چھپانے کا حکم دیا گیا تھا۔

بلا شبہ یہ دونوں اقوال اور نظریات علماء کرام کے ہاں پائے جاتے ہیں اور جلیل القدر آئمہ نے ان اقوال اور نظریات کو رد نہیں کیا بلکہ امام جلال الدّین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے علوم مصطفیٰ پر ایک پورا باب اپنی شہرۂ آفاق کتاب خصائص کبریٰ میں سپرد قلم کیا ہے اور اس میں علمائے کرام کے ان نظریات پر تبصرہ فرمایا ہے کہ آیا حضور کو علم خمسہ بھی عطا فرمایا گیا علم ساعت علم روح بھی دیا گیا تھا حضور کو اس کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔

حضرت علامہ محمد ابن سید علامہ عبدالرسول برزنجی مدنی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب الاشاعۃ لاشراط السّاعۃ میں دونوں نظریات کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا کہ چونکہ امر ساعت سخت تھا اور اس کے علم کو اپنے لیے خاص کر لیا اور مخلوق میں سے کسی کو نہ بتایا۔ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمایا اور ساتھ ہی دوسروں کو خبر دینے سے منع فرمایا تاکہ قیامت کا ڈر اور بزرگی قائم رہ سکے۔ فرمایا —— وَعَلَّمَهَا النَّبِیّ ۔ اور اسے حضور کو تعلیم دی گئی، لیکن اگر اس کو اور پڑھا جائے تو علامہ فرماتے ہیں کہ اسے یقیناً حضور کو سکھا دیا گیا تھا۔ انہوں نے اسی قول کو پسند فرمایا۔

اس سلسلہ نے وہابیہ نے ایک رسالہ لکھ کر حضرت موصوف کے نام شائع

کردیا اور اس میں حضور کے علوم پر بحث کر کے لوگوں کو دھوکا دیا مگر نظریات سامنے آئے تو وہابیہ لاجواب رہ گئے۔ وہابیہ کی عادت ہے کہ جب اُنہیں دلائل بن نہیں پڑتے تو جعلی کتابیں شائع کر کے عام کر دیا کرتے ہیں اور مجاہدین فی الکذب بن کر سامنے آتے ہیں ایک وقت کے لیے یہ لوگ عادلین صادقین اور مصدقین کے قول کے برابر لے آتے ہیں مگر ایک وقت آتا ہے کہ ان کے جھوٹ کی قلعی کھل جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے خیالات فاسدہ کی نسبت کبھی تو ملا علی قاری کی طرف کر دیتے ہیں۔ کبھی ابن کثیر کی طرف کبھی علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اور کبھی علامہ سیوطی کے رسالہ الکشف عن مجاوزۃ ہذہ الامۃ الاسف کے صفحہ ۲۲ کو نقل کر کے بڑاتے ہیں حالانکہ یہ افترا ہے امام احمد بن حنبل کے اور جھوٹ ہے امام جلال الدین سیوطی پر۔ اس طرح یہ علامہ ملا علی قاری پر افترا باندھتے ہیں۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ کے اقوال کا خلاصہ کر دیا گیا ہے۔ پانچ سو کے اور ہزار کے پھیر علامہ قاری کے خلاف بھی کھلم کھلا جھوٹ بولتے ہیں۔

لوح محفوظ کی باتوں کی تعلیم قبل از وقت اور واقفیت میں حکمت یہ ہے کہ ایمان اور تصدیق میں اضافہ ہو گیا اور ملائکہ جان لیں کہ مدد کا مستحق کون ہے اور مذمت کا ذمہ دار کون ہے اور ہر ایک کا مقام پہلے ہی معلوم ہو جائے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں ذکر کیا ہے کہ لوح محفوظ کے علوم پر واقف ہونے سے یہ مراد ہے کہ جو باتیں واقعہ میں ظاہر ہونے والی ہیں۔ ان کا علم پہلے ہی عطا فرما دیا جائے خواہ لوح کی تحریر دیکھ کر ہو یا فضل خداوندی سے مطلع کر دیا جائے۔ اس کے نقوش کا مطالعہ کریں اور اکثر اولیا اللہ کے احوال میں ثابت ہے کہ وہ نقوش لوح کا مطالعہ کرتے تھے۔

عَینی فی اللّوح المحفُوظ

امام شطنوفی اور دوسرے آئمہ کرام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے غوث الثقلین غیاث الکونین سیدنا غوث اعظم ابی محمد عبدالقادر الحسنی والحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ سے یہ سند صحیح روایت ہے کہ حضور غوث پاک فرمایا کرتے تھے کہ "عَینی فی اللّوحِ المحفُوظ" میری آنکھ ہمیشہ لوح محفوظ پر لگی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کو اپنے حُکم سے حکمت والے کام تقسیم کر دیتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ قیامت کے علم کے علاوہ چار علوم قیامت سے پہلے ہی فرشتوں میں بانٹ دیئے گئے ہیں کیونکہ فرشتوں نے تدابیر کرنا ہوتی ہیں اسی طرح اسرافیل علیہ السلام قیامت سے قبل ہی اپنے فرائض نفخ صور سے آگاہ کر دیئے جاتے ہیں تاکہ حکم مِلتے ہی صور پھُونک سکیں۔ اسرافیل نے ایک پَر اس وقت سرنگوں کر دیا تھا جب حضور نبی کریم دنیا پر تشریف لائے۔ دوسرا پر اس وقت گرائیں گے جب صور پھُونکنے کا حکم ہو گا۔ حضور فرماتے ہیں مجھے کیسے چین آسکتا ہے جب صور پھونکنے والے نے صور اپنے منہ میں لے لیا ہے۔ اب وہ ارشاد خداوندی پر کان لگائے بیٹھا ہے اور حُکم کے نازل ہونے پر ماتھا جھکائے بیٹھا ہے۔ یہ حدیث ترمذی شریف میں ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھی گئی ہے۔ وہ فرشتہ اپنے دونوں زانوں پہ کھڑا ہے۔ اسرافیل اس کے پَر پر نگاہ جمائے کھڑے ہیں جو ابھی پھیلا ہوا ہے۔ جب وہ اس پَر کو گرائیں گے تو یہ صور پھونک دے گا۔ صور پھُونکنے کی اجازت اور قیام قیامت میں ان کے پَر گرانے کا فاصلہ ہے۔ یہ ایک جُنبش ہے تو جُنبش تو زمانے میں ہوتی ہے تو بات ضروری ہے کہ قیامت کے واقعہ ہونے سے پہلے انہیں علم ہو۔ خواہ یہ علم ایک لمحہ پہلے ہو یا ہزاروں سال[1]

---

[1] یہ دلیل کتاب لکھتے وقت میرے ذہن میں آئی مگر کچھ دنوں بعد تفسیر کبیر کا مطالعہ

جب یہ بات ایک مقرب فرشتہ کے لیے واجب ہے تو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کون سی محال چیز ہے۔ ان کے لیے یہ ناممکن بات نہیں کہ قیامت کے قیام سے دو ہزار سال پہلے آپ کو علم دیا جائے اور حضور کو حکم ہو کہ دوسروں کو نہ بتایا جائے۔

معتزلہ انہیں آیۃ کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے اولیاء اللہ کی کرامات سے انکار کرتے ہیں۔ علامہ نے شرح مقاصد میں معتزلہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہاں غیب عام نہیں ہے، بلکہ مطلق ہے۔ یا ایک معین ہے یعنی قیامت کا وقت اور اس پر آیۃ مبارکہ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ" میں قرینہ موجود ہے۔ اس میں قیامت کا ذکر ہے اور یہ ناممکن نہیں کہ بعض ملائکہ۔ بعض الناٗوں خصوصاً بعض انبیاء کرام کو اس کا علم دیا گیا ہو۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ رسولوں کو علم غیب دیا گیا ہے۔ مگر اولیاء اللہ کے بارے میں مختلف رائیں ہو سکتی ہیں۔ امام قسطلانی نے ارشاد الباری شرح صحیح بخاری میں فرمایا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ ہاں اس کے پسندیدہ رسول جس پر اللہ راضی ہو غیب کے دروازے کھول دے گا۔ ولی اللہ

۔ کر رہا تھا۔ تو آیۃ کریمہ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً۔ کی تفسیر پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وقت وقوع قیامت کسی پر ظاہر نہ کیا جائے گا مگر "الا من ارتضی من رسول" مگر اس پہ ظاہر کرے گا جس رسول پر وہ راضی ہوگا۔ قرب قیامت کے واقعات قرآن پاک میں لکھے گئے ہیں۔ جس دن آسمان پھٹ جائیگا۔ پہاڑ اڑنے لگیں گے۔ ملائکہ اتریں گے ملائکہ اسوقت جان لیں گے کہ قیامت آچکی ہے میرا انسباط زیادہ قوی ہوگیا۔ قُلْنَا بَلْ یُظْهِرُهٗ۔ کافی ہے۔ (احمد رضا خان۔ مدینہ منورہ)

رسول کا تابع ہوتا ہے اس سے علم حاصل ہوتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی کے والد محترم شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے تفہیمات اللّٰہیہ میں اپنا حال تحریر کیا ہے کہ انہیں خاص واردات میں وہ وقت دکھایا گیا تھا جب قیامت قائم ہوگی آسمان پھٹ جائیں گے مگر جب عالم بیداری میں آ گئے تو آپ کو یہ واقعہ یوں محسوس ہونے لگا جیسے خواب تھا۔ جب ایسے اولیاء اللہ ایسے حالات سے واقف کر دیئے جاتے ہیں تو سبحان اللہ نبی کریم کجا اور آپ کا علم کجا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح فتوحات اللیہ میں لکھتے ہیں اور پھر اپنی دوسری شرح فتح المبین کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ قیامت کا علم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے سچی بات یہ ہے کہ علماء کرام کے ایک طبقہ نے فرمایا۔ ہمارے نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے پاس بلایا جب پوشیدہ چیزیں آپ پر ظاہر کر دیں۔ ہاں حضور کو بتانے یا نہ بتانے پر حکم بھی تھا اور اختیار بھی تھا۔

عشماوی نے صلاۃ میں حضرت سیدی احمد کبیر بدری نے اپنی شرح میں اس قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ یہ تمام انوار ہیں اس ارشاد الٰہی کے کہ ہم نے آپ پر قرآن اتارا۔ ہر چیز روشن کر کے، بیان کی۔ حق قرآن کے نور سے چمک اٹھا جس طرح سورج کے چہرے سے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ اب ہمیں ضرورت نہیں کہ پانچوں غیوب کی جزئیات پر گفتگو کریں جو اولیائے کرام سے بھی ظاہر ہوتے رہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ وہ سمندر ہے جس کا نہ کنارہ معلوم ہے نہ گہرائی، اگر ہم گنانے لگیں تو کسی کنارے پر نہ پہنچ سکیں گے جسے قرآن کی آیات شفانہ بخشیں اسکی بیماریاں کہاں ختم ہو سکتی ہیں۔

نسأل اللہ العفو العافیۃ وعلی الحبیب الصلاۃ والسلام۔

دوسرا حصّہ

الحمد للہ! (سابقہ صفات سے) حق ظاہر ہو گیا۔ صحیح صورتِ حال واضح ہو گئی۔ آفتاب ہدایت بے حجاب ہو کر درخشاں ہو گیا۔ یہ تمام ہم پر اللہ کا فضل ہے۔ دوسرے لوگوں پر بھی اللہ کا احسان ہے مگر اکثر لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

جو شخص اس احقر العباد کی تحریروں کو بغور مطالعہ نظر کرے گا۔ تو وہ ضرور فائدہ حاصل کرے گا۔ قلب و نگاہ سے ان تحریروں پر غور کرنے والا اُن ہٹ دھرموں کے تمام اعتراضات کا جواب سامنے پائے گا۔ مگر یاد رکھو ان موضوعات پر تفریح و بیان زیادہ نفع بخش ہوتا ہے لہٰذا ہم ان اعتراضات کا علیحدہ علیحدہ جواب لکھنے کی کوشش کریں گے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

معترضین ایک عبارت پیش کرتے ہیں۔ جو حضرت فاضل الوالذ کا مولانا سلامت اللہ سلمہ اللہ کے رسالہ اعلام الاذکیا مطبوعہ ہندوستان کے آخر حصہ میں موجود ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔

وَصلیٰ اللہ عَلیٰ مَنْ ھُوَ الاَوّل وَالآخر والظَاھِرَ والبَاطِن وَھُوَ بِکُلِّ شَیٍٔ عَلِیمٌ ط

ترجمہ۔ اللہ درود بھیجے اس پر جو اول بھی ہیں آخر بھی۔ اور ہر چیز کے جاننے والے ہیں۔

میں ان معترضین کے جواب میں وضاحت کروں گا کہ مصنف نے یہ رسالہ میرے پاس بھیجا تھا۔ اور استدعا کی تھی کہ میں اس پر تقریظ لکھوں۔ میں نے اس پر

ان الفاظ میں تقریظ لکھی تھی۔

"زید کا قول حق اور صحیح ہے۔ بکر کا زعم مردود و قبیح ہے۔ بے شک اللہ جل جلالہٗ نے اپنے حبیب مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا تھا۔ مشرق سے مغرب تک، عرش سے فرش تک سب کا سب جہاں آپ کو دکھا دیا گیا۔ ملکوت السمٰوٰت والارض کا شاہد بنایا۔ روز اوّل سے آخر تک کا تمام کَانَ مَایَکُوْن کا عالم بنا دیا اس موضوع پر فاضل مجیب اسلمہ المولیٰ القریب المجیب ا نے جس تفصیل کی ضرورت تھی بیان کیا تھا۔ اگر کسی کو یقین نہ ہو تو قرآن عظیم شاہد و عدل اور حکم فصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِکُلِّ شَیْءٍ۔ ترجمہ۔ ہم نے آپ پر ایسی کتاب اُتاری جو ہر چیز کو روشن بیان کرتی ہے۔

اس دلیل کے آخر تک میں نے مفصّل تحریر و تقریر کی۔ اس تحریر سے ہر عامی سے عامی آدمی سے لے کر بڑے عالم فاضل تک اس نتیجے پر پہنچے گا کہ میں نے اپنی تقریر میں صرف اتنی سی بات کا ذمہ لیا تھا کہ جو دلائل فاضل مصنّف نے پیش کیے ہیں۔ وہ بقدرِ ضرورت کافی ہیں اور اس میں رسالہ کے لفظ لفظ پر نظر نہیں ڈالی گئی تھی۔ جس طرح اس میں دعویٰ کیا گیا تھا وہ ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ کیونکہ میں نے صورتِ دعویٰ کو اپنی عبارت میں علیٰحدہ ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص عقل و تمیز کے ساتھ علماء کی مجالس میں رسائی رکھتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تقریظ اور تصحیح کرنے والے میں کیا فرق ہوتا ہے۔ تقریظ لکھنے والا اگر یوں لکھے کہ میں نے رسالہ یا فتویٰ اوّل سے آخر تک غور و تامّل کے ساتھ دیکھا ہے۔ جیسے گنگوھی نے براہین قاطعہ کی تقریظ میں لکھا تھا تو وہ اس رسالہ یا فتویٰ کی صحت و نقص کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اس طرح کتاب میں

لکھے جانے والے تمام موضوعات و تصریحات کا تقریظ کرنے والا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس کتاب کے تمام معانی و عبارات تقریظ کرنے والے کے مویدہ و مصدقہ ہوتے ہیں۔ لیکن اگر یوں لکھا جائے کہ ہم نے اس کتاب کو مختلف مقامات سے دیکھا اور ہم اسے مفید سمجھتے ہیں اور پھر اس کی تعریف و تحسین کر دی مگر اس کے طرز نگارش۔ اسلوب نگارش۔ دلائل روانی۔ الفاظ معانی کے بارے میں سکوت اختیار کی ہے۔ اور کسی قسم کا اقرار یا انکار نہیں کیا۔ اور فتویٰ پر صرف یہ لکھ دیا کہ "حکم صحیح ہے"۔ اگرچہ بعض مقامات پر ناپسندیدہ الفاظ بھی ہوتے ہیں صرف حکم کو ہی صحیح بتایا تھا اگر لفظ نقص زیادہ کر دیا تو یہ رائے کتاب کے نقائص کی ذمہ دار ہو گی۔ ہاں اگر مصححین نے اپنے الفاظ میں دلائل کی تصحیح کر دی تو اس کے دلائل بھی اس کی ذمہ داری ہو گی۔ اگر ایسے تقریظ لکھنے والے اور مصحح نے بعض مقامات پر الفاظ و معنی کی صحت کر دی۔ الفاظ میں کمی بیشی بھی کی اور ان الفاظ کی درستگی کا تذکرہ بھی کیا تو اس کو کتاب کے تمام مطالب اور معانی کی ذمہ داری قبول کرنا ہو گی۔

اگر کسی مصحح نے یہ لکھا کہ آپ کا خارج اور زاہد الفاظ پر کیا گمان ہے جنہیں کسی دلیل سے کوئی تعلق نہیں، نہ دعویٰ سے کوئی واسطہ ہے۔ تو عالمانہ طریقہ سے تو ہم تقاضا کریں گے کہ تقریظ لکھنے والے نے زائد باتوں کی طرف خاص توجہ نہیں دی۔

یہی بات میرے ساتھ ہوئی۔ مجھے یاد نہیں کہ اس کتاب کے اصل مسودہ کا لفظ لفظ کیا تھا۔ مگر مؤلف کا عربی ترجمہ جو اس کے معروف خط میں لکھا ہوا تھا۔ جس خط میں ان کے دوسرے رسالے یا فتاوی آتے ہیں۔ اس میں یوں لکھا ہے۔

"درود بھیجے۔ جو اوّل و آخر ظاہر و باطن اور ہر چیز کا دانا ہے ان پر جو

اس آیۃ کریمہ کے مظہر ہیں۔ وہی اوّل و آخر ظاہر و باطن اور وہی ہر چیز کا دانا ہے"۔ اس بات پر کسی شخص کو وہم تک نہیں ہو سکتا۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ مطبع میں جا کر کاتب یا مصحح نے مظہر کا لفظ مِن سے بدل دیا ہو۔ اسی طرح کاتب نے میری تقریظ میں جہاں محمد کا لفظ ہے وہاں مجھون لکھ دیا ہو[1]۔ اگر کوئی ایسی غلطی میں ہے تو بہتر۔ ورنہ ہم فرض کر لیں گے کہ اصل عبارت ایسی ہی ہے جیسی چھپی ہے۔

مَیں مجیب کو جانتا ہوں۔ پہچانتا ہوں۔ وہ عالم ہیں سُنّی العقیدہ ہیں صحیح المسلک ہیں بد مذہبوں۔ معاندوں کو زخم لگانے میں مشّاق ہیں وہ اپنے بھائیوں کا کلام حتی المقدور بہتر سے بہتر انداز میں بیان کرتے ہیں۔ مجھے اہل ایمان سُنّی بھائیوں سے اُمید ہے کہ وہ اس معاملہ کو بہتر تاویل و توجیہ سے دیکھیں گے مگر جن لوگوں کے دل میں کھوٹ ہے۔ وہ محروم رہیں گے اور طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔

دوسرا جواب بعض لوگوں کو اس آیۃ کریمہ میں لفظ مِنْ اور مِنّ (سکون نون اور بہ تشدید نون) میں اشتباہ پیدا ہوا ہے۔ وہ مِنْ کو اسم موصول بنا کر پڑھتے ہیں۔ وہ مِنّ (بہ تشدید و کسرہ نون) آیۃ کریمہ کی طرف مضاف کر کے نہیں پڑھتے۔ جس سے یہ معانی ظاہر ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان پر درود بھیجے جو اس آیۃ کریمہ کی نعمت ہیں۔ وہ حضور نبی کریم محمد رسول اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو فرمایا اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدل دیا۔

---

[1] دیکھیں صفحہ ۲۹ تہران صفحہ ۲۶ بمبئی میں چھپا ہے۔

حضور نبی کریم نعمت اللٰہیہ ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیۃ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ نعمت الہٰی سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور نبی کریم سنت قرآن کی منت ہیں۔ اس آیۃ کریمہ کے اپنے خاص مقام پر خصوصی معانی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کوثر وتسنیم آخر نہیں ہیں تمام جہان سے اول ہیں۔ حضور نے اللہ کی تمام مخلوقات کو اپنی آنکھوں سے تخلیق ہوتے دیکھا۔ آپ تمام پیغمبروں سے بعثت میں آخر ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر جتنے علوم نازل فرمائے تھے حضور ان علوم کے جامع تھے اور حضور کے معجزات سے ظاہر ہوتے رہے اور پھر حضور سے غیب کی خبروں کا ظاہر ہونا بھی کمالات نبوت سے ہے۔ حضور اپنی ذات گرامی سے باطن ہیں آپ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسکی صفات کے مظہر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روز اول سے آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا اپنے اللہ کے بتانے سے ایک ایک چیز کو جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پر ان پانچ اسمائے حسنہ کی تجلی فرمائی۔ اور حضور پر احسان فرمایا۔ جس طرح ہم پر حضور کو مبعوث فرما کر احسان فرمایا اس لحاظ سے اس آیۃ کریمہ کے منت ہیں۔

حضور کے اسمائے مبارکہ

اس میں شک نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بعض اسمائے مبارکہ سے موسوم ہیں۔ ہمارے والد مکرم قدس سرہ المعظم نے اپنی کتاب مستطاب سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں حضور کے ستر ستھ اسمائے لکھے ہیں۔ ہم نے اپنی تالیف کتاب الفردوس الاسماء الحسنیٰ من الاسماء الحسنیٰ میں بھی ایک معقول تعداد کا اضافہ کیا ہے۔ پھر جن محدثین نے حضور کے ان اسماء مبارکہ کو روایت کیا ہے اور جہاں جہاں سے وہ نام اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا کو عطا فرمائے ہیں اس کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ مواہب اللدنیہ اور اس کی شرح علامہ زرقانی کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں یہ تمام اسمائے مبارکہ

ملتے ہیں ؎۱۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک نفیس حدیث بیان فرمائی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضور نبی کریم کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضور کی خدمت میں یہ چار اسماء گرامی پیش کئے۔ پھر ہر ایک نام کی تشریح اور تفصیل بیان کی اور ہر ایک کی وجہ بھی بیان کی۔

علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری نے شرح شفا شریف میں لکھا ہے کہ تلمسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور سلام کرنے کے بعد کہا، تم پر سلام ہو اے اوّل، تم پر سلام ہو اے آخر، تم پر سلام ہو اے ظاہر اور تم پر سلام ہو اے باطن۔ میں نے ان خطابات کو سننے کے بعد کہا۔ یہ خطابات تو صرف اللہ کے لیے مخصوص کا ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ بیشک یہ اوصاف صرف اللہ کے لیے ہی ہیں۔ مگر مجھے حکم ہوا ہے کہ میں آپ سے ان خطابات سے بات کروں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے یہ اوصاف عطا فرما کر اپنے فضل سے نوازا ہے اور تمام انبیاء و مرسلین کے علاوہ آپ کو ان اوصاف سے متصّف فرمایا ہے۔

آپ کے لیے اپنے ناموں سے نام تجویز فرمائے اور اپنی صفات سے آپ کی صفت بیان فرمائی ہے۔ آپ کا نام اوّل رکھا۔ کیونکہ آپ پیدائش کے لحاظ سے اوّل الانبیاء ہیں۔ آپ کا نام آخر رکھا۔ کیونکہ آپ زمانے کے لحاظ سے آخرالزماں رسول ہیں۔ آپ کی اپنی امّت اور سابقہ انبیاء کی اُمتیں آپ کے پیچھے ہوں گی۔ آپ کا نام باطن رکھا۔

؎۱ حال ہی میں صوفی برکت علی صاحب سالار والا نے چار ضخیم اور خوبصورت جلدوں پر مشتمل ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہزار اسماء گرامی جمع کیے ہیں۔ فاروقی

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ سرخ نور سے عرش کی پیشانی پر لکھا۔ آپ کے والد جناب آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے ہی آپ کا اسم گرامی عرش الٰہی پر گونج رہا تھا۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ پر درود و سلام پیش کروں۔ اور میں درود و سلام پیش کرتا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ہزار ہا برس بعد آپ کو مبعوث فرمایا۔ آپ بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی۔ آپ داعیاً الی اللہ بھی ہیں۔ سراج منیر بھی ہیں۔ آپکا نام ظاہر بھی ہے۔ کیونکہ آپ کو تمام ادیانِ عالم پر ظاہر اور غالب فرمایا۔ آپ کی شریعت تمام مذاہب عالم پر ظاہر کر دی گئی۔ آپ کو زمین و آسمان کی مخلوقات پر فضیلت دی گئی۔ آپ کا اطاعت گزار وہی ہوگا جو آپ پر درود بھیجے گا۔

محمدؐ اور محمود آپ کا رب محمود ہے آپ محمد ہیں۔ آپ کا رب اوّل ہے ظاہر ہے اور باطن ہے۔ آپ بھی اوّل ہیں۔ آخر ہیں ظاہر ہیں اور باطن ہیں۔ یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اللہ کی حمد اور تسبیح کی۔ جس نے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی۔ حتیٰ کہ اپنے اسماء و صفات سے متصف فرمایا۔

سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں درۃ الغواص اور جواہر والدرر میں لکھا ہے کہ حضور کی شان بے مثال اور بے نہایت ہے اور رازوں میں جامع اور مظہر میں لامع ہیں۔ آپ ہی اوّل ہیں آپ ہی آخر ہیں آپ ہی ظاہر ہیں آپ ہی باطن ہیں[1] صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہم نے اس بحث کو اس جملہ پر روکا تھا کہ اللہ تعالیٰ درود بھیجے ان پر جو اوّل ہیں آخر ہیں ظاہر ہیں اور باطن ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا دانا اور جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ ——— علامہ اقبال

کا قول ہے کہ وَلٰکِن رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن اور کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ط

اگر آپ ان آیات اللٰہیہ کے حقائق پر بحث کریں تو میں واضح کروں گا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ روشن قرینہ یہ ہے کہ یہ ضمیر حضور کیلئے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس موضوع پر مزید وضاحت فرماتا ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ط

ترجمہ:۔ بیشک ہم نے آپ کو ایسا رسول بنا کر بھیجا۔ جو حاضر بھی ہے۔ ناظر بھی، خوش خبری دیتا ہے اور ڈرسناتا ہے۔ اے لوگو! تم ایمان لاؤ اللہ پر اس کے رسول پر۔ رسول اللہ کی تعظیم کرو۔ توقیر کرو اور اللہ کی تسبیح کرو۔ صبح و شام۔

تُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ کی خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہیں اور تسبحواہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے یہ وجہ ہے۔ قاری حضرات توقروہ پر پہنچ کر رک جاتے ہیں توقف کرتے ہیں اور اس سے ضمائر پر کسی قسم کا انتشار کا شبہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ پاکی تو اللہ کی ذات کے لیے ہے اور تسبیح بھی اسی سے مختص ہے۔ اور اس صفت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اسے صرف اور صرف اللہ ہی کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

جواب چہارم

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مصنف نے بقول آپ کے تمام ضمیرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے منسوب کر دی ہیں مگر ہم کسی کی نیت اور دل کے ارادوں پہ حکم نہیں لگا سکتے۔ صرف اتنی بات پر معنی پہنا کر کسی کو کفر کا حکم لگانا اور وہ مصنف کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا کہاں کا انصاف

ہے۔ یہ مسلم حقیقت ہے کہ حضور کے علیم ہونے پر کسی مسلمان تو کیا کافر کو بھی اختلاف و انکار نہیں۔ جسے حضور کے احوال سے معمولی واقفیت بھی ہو وہ حضور کے علیم ہونے سے انکار نہیں کرسکتا۔ رہا یہ مسئلہ کہ کل کا لفظ استعمال نہ کیا جائے تو میں اس ضمن میں عرض کروں گا کہ قرآن کریم نے متعدد مواقع پر کل کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۱۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ط ترجمہ: اللہ کل شئی کا عالم ہے۔

یہ لفظ جملہ مفہومات پر حاوی ہے۔ واجب ممکن و محال ہے سب اسے تمام اصولوں نے بھی متفقہ طور پر تسلیم کیا ہے کہ کوئی عام ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی تخصیص نہ پائی جاتی ہو۔

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ط ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کل شئی پر قادر ہے۔

یہ قدرت ان ممکنات پر شامل ہے۔ خواہ وہ موجود ہوں خواہ معدوم ہوں۔

ہم نے اس موضوع پر اپنی کتاب سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح۔ میں بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے۔ کیونکہ اگر واجب پر قادر ہو تو خدا نہیں رہے گا۔ اگر محال پر قادر ہو تو منجملہ محال اس کا فنا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس پر قادر ہوگا تو اسکی فنا ممکن ہے تو اس کا وجود واجب نہ ہوگا تو خدا نہ رہے گا۔

۳۔ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ - ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کل شئی کو دیکھ رہا ہے۔

یہ جملہ صرف موجودات کو شامل ہے۔ جن میں ذات، صفات الٰہی اور ممکنات داخل ہیں۔ ان میں محالات و معدومات نہیں ہیں کیونکہ معدوم تو نظر آنے کے قابل نہیں ہمارے علماء کرام نے عقائد کی کتابوں میں اس نکتے کی تشریح کی ہے۔ خصوصاً سیدی عبدالغنی نابلسی نے اپنی تصنیف مطالب وفیہ میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔

میں وضاحت کروں گا کہ بہت سی ایسی چیزیں نظر آتی ہیں جو واقعہ میں موجود نہیں ہوتیں۔ شعلہ جوالا میں دائرہ۔ برستی ہوئی بارش کے قطروں میں لکیریں۔ سر کے چکرانے

میں گھر کا چکرانا ایسے مواقعہ پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی نظر نے خطا کی ہے۔ اس کی نظر کو دھوکا ہوا ہے۔ جو چیزیں دکھائی دی ہیں۔ وہ اسکی نگاہ کی غلطی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نگاہ کسی غلطی اور دھوکے سے پاک ہے۔

۴۔ اللہ کُلِّ شَیٔ خالق ؛ ترجمہ :۔ اللہ کل شیٔ کا خالق ہے۔

یہ بات ان ممکنات میں شامل ہے۔ جو کسی زمانے میں وجود ہو۔ واجب اور محال کو نہیں۔ پھر اس ممکن کو بھی نہیں۔ جو نہ کبھی ہوا تھا۔ نہ ابداً آباد تک کبھی ہوگا۔

۵۔ کُلَّ شَیٔ اَحْصَیْنَاہُ فِی اِمَامٍ مُّبِیْن۔ ترجمہ؛ ہر چیز ہم نے شمار کردی ہے ایک روشن پیشوا اور ایام میں۔

یہ صرف ان حادث چیزوں پر مشتمل ہے۔ جو ازل سے آخر تک ہوئیں، اور ہونگی ان میں غیر متناہی علوم نہیں ہیں۔ کیونکہ متناہی تو معدود ہوتا ہے۔ وہ بعض حدوں میں گھر جاتا ہے۔ اور وہ غیر متناہی کو گھیر نہیں سکتا۔ مندرجہ بالا دلائل میں ہم نے قرآن کی پانچ آیات پیش کی ہیں۔ پانچوں جگہ ایک ہی لفظ کل کا استعمال ہوا ہے۔ لفظ ایک ہے ہر جگہ اس سے عموم ہی مراد ہے۔ مگر ہر بات نے اتنی کثیر چیزوں کا احاطہ کیا ہے۔ جو اس کے دائرہ میں ہیں نہ وہ چیزیں جو اس سے باہر ہیں۔ اور اس کی قابلیت نہیں رکھتا اس بات پر کوئی عقلمند اور دانشور شک نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ایک فاضل اور قرآن کا عالم !

ہم سابقہ صفحات پر یہ ثابت کر آئے ہیں کہ قرآن عظیم کی آیات اور صحاح کی احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم پر ناطق ہیں۔ روز اول سے آخر تک جمیعَ ما کَانَ وَمَا یکُون یعنی تمام مکتوبات لوح محفوظ کا علم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور علمائے کرام نے اس مسئلہ کی تصریح بھی فرمائی ہے۔

حضرت علامہ علاء الدین مدقق رحمۃ اللہ علیہ نے دُرِّ المختار لکھی ہے اور واضح کیا

ہے کہ بعض اسماء جو خالق و مخلوق میں مشترک ہیں۔ ان کا بولنا جائز ہے۔ صرف ایک بات سامنے رکھی جائے گی کہ مخلوق کے لیے اس کے معانی اور لیے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے اور ہوں گے۔ یہ بات کہ وہ کُلِّ شَیْئٍ کا عالم ہے۔ جب اللہ کی طرف منسوب ہوگی تو پہلے معانی یعنی ذاتی اور کلی ہوں گے، لیکن جب یہی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہوگی۔ تو اس سے مراد عطائی اور الہامی معانی ہوں گے۔ ایسے نظریہ میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

جواب پنجم

ہمارے آقا شیخ محقق عبد الحق محدث بخاری دہلوی قدس سرہٗ جو احناف کے اجلہ علماء اور اکابر اولیاء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی شہرت علمی سے کان اور مکان بھرے ہوئے ہیں۔ ان کی علمی خوشبوؤں کی مہک سے عالم اسلام کے شہر اور میدان مہک اٹھے ہیں۔ ہمارے علماء مکہ بھی ان کی جلالت شان اور رفعت علمی سے آگاہ ہیں۔ حضرت شیخ محدث کی گراں قدر تصانیف عالم اسلام میں دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ لوگوں نے دینی معاملات میں ان کتابوں سے بے پناہ فائدہ اٹھایا ہے۔ ان میں لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح۔ اشعۃ اللمعات چار جلدیں۔ جذب القلوب۔ شرح سفر السعادت دو جلدیں۔ فتح المنان فی تائید مذہب النعمان۔ شرح فتوح الغیب حضور کے احوال پر مدارج النبوت دو جلدیں۔ اخبار الاخیار آداب الصالحین اصول حدیث پر ایک مختصر رسالہ اہل علم کے مطالعہ میں آچکی ہیں[1]۔ حضرت شیخ کی وفات کو تقریباً تین سو برس گزر چکے ہیں۔ آپ کا مزار دہلی میں مرجع خلائق ہے اور لوگ روحانی برکات حاصل کرتے ہیں۔ اس امام الجلیل القدر و الفخر قدس سرہٗ نے

---

[1] ان تصانیف کے علاوہ شیخ محدث کی مزید کتابیں جو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔ اہل علم کے لیے مشعل راہ بنی ہیں ان کی تفصیل حیات شیخ عبد الحق دہلوی مؤلفہ جناب خلیق احمد نظامی ملاحظہ فرمائیں۔ (فاروقی)

اپنی کتاب مدارج النبوت کا آغاز اسی آیۃ کریمہ سے کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس طرح یہ کلمات اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں اپنی حمد بیان فرمائی۔ اسی طرح اپنے محبوب مکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کو بھی بڑے محمود اور مطلوب ناموں سے یاد فرمایا ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث قدسی میں ہزاروں اسمائے حسنہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب فرمایا ہے۔ نور۔ حق۔ حلیم۔ حکیم۔ مومن۔ مہیمن۔ ولی۔ ہادی۔ روف۔ و رحیم کے علاوہ ہزاروں مشترکہ نام بیان فرمائے مگر یہ چاروں نام خصوصیت سے حضور کو عطا فرمائے گئے۔ اوّل۔ آخر۔ ظاہر اور باطن ایسے ہی اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔ ہر نام کی وجہ اور شرح بھی بیان فرمائی اور حضور کو ہر شے کا عالم قرار دیا۔

حضور کی علمی رفعت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپکی ذات کو کئی شانوں اور مراتب سے نوازا۔ ان میں صفات حق کے احکام۔ اسماء افعال اور آثار غرضیکہ جمیع اشیاء کا علم عطا فرمایا۔ حضور نے جمیع علوم اوّل و آخر ظاہر و باطن کا احاطہ فرمایا آپ اس آیۃ کریمہ کے مصداق کامل ہیں فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَظِيمٍ؛ ہر علم والے کے اوپر بھی ایک علم والا ہے۔ عَلَيْهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ أَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّحِيَّاتِ۔

اگر حضور کے ان اوصاف کریمہ کا اظہار شریعت میں جرم ہے۔ تو میں کہوں گا حضرت محدث دہلوی کا گناہ تو ہمارے مجیب سے بڑھ کر ہوگا، حالانکہ فاضل مجیب کے وہی امام ہیں اور وہی پیشوا ہیں کیا حضرت محدث پر بھی آپ حضرات حکم لگانے کی جسارت کریں گے؟ کیا معاذاللہ وہ بھی تمہارے فتویٰ کی زد میں آکر کافر کہلائیں گے؟ حاشا للہ کیا وہ بھی گمراہ اور گمراہ گر کہلائیں گے؟ کیا وہ عالم اجل دین کے ستون اور حضور کے علم کے وارث نہیں ہیں؟ اس کا جواب اگر نہ ملا۔ تو ہم ان نقاب پوشوں کے منہ پر سے پردے اٹھا

دیں گے۔

مزید تشریح

یاد رہے کہ ہر زمانہ میں خلفاء مقرر ہوتے رہے ہیں۔ یہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم ظاہری سے دنیا میں ظہور لانے تک جاری رہا اللہ تعالیٰ کے آخرین خلیفہ حضور مکرم نور مجسّم ہی تھے۔ آپ اس کائنات پر درخشاں آفتاب کی طرح ظاہر ہوئے۔ ہر نور آپ کے نور کے سامنے ماند پڑ گیا۔ ہر روشنی آپ کی ضیاؤں میں گم ہو گئی۔ ہر حکم آپ کے حکم کے سامنے بے اثر ہو گیا۔ تمام شریعتیں اور ادیان عالم آپ کے دین کے سامنے منسوخ ہو گئے۔ آپ کی امامت اور عظمت ظاہر ہو گئی۔ آپ ہی اوّل آپ ہی آخر۔ آپ ہی ظاہر آپ ہی باطن ٹھہرے۔ وہی ہر چیز کا علم لے کر آئے۔ یہ آیۃ کریمہ سورۂ حدید میں آپ کے علوم کی شہادت لے کر جلوہ گر ہوئی ہے حدید (لوہا) میں سختی بھی ہے اور لوگوں کے لیے نفع بھی۔ حضور مبعوث ہوئے تو ایک تلوار تھے دنیا پر چھائے تو رحمت کی بارش تھے۔

آیۂ کرسی حضور کی نعت ہے

علامہ نظام الدین نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر غرایب البیان و غایت الفرقان میں آیۂ کرسی کی تشریح کرتے ہوئے یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی دلیل کے طور پر بیان کیا ہے۔ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ کو حضور سے ہی منسوب کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کون ہے جو قیامت کے دن اللہ کے حضور شفاعت کرے گا ؟ وہ اللہ کا بندہ خدا کا محبوب ہی اجازت یافتہ شفاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے مطابق آپ کو یہ بشارت اُس وقت پوری کر کے دکھائی جائے گی جب آپ مقام محمود پر مبعوث ہوں گے۔ یَعۡلَمُ محمد رسول اللہ وہ تمام احوال جانتے ہیں ر بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ جو آپ کے سامنے ہیں۔ ابتدائی امور سے قبل اور مخلوق کی پیدائش سے بھی پہلے کے وَمَا خَلۡفَهُمۡ جو آپ کے بعد قیامت تک کے حالات ظاہر ہونے والے

ہیں۔ وہ اپنے مطلوبہ خدا داد سے لوگوں کی مسرتوں۔ معاملات اور حکایات کو جانتے ہیں۔ آپ سب انبیاء کرام کے حالات اور خبریں بیان فرمائیں گے۔ آپ ہی آخرت کے تمام امور کو جانتے ہیں۔ جنت و دوزخ کے حالات ان کے سامنے ہیں۔ عام لوگ ان حالات سے کچھ نہیں جانتے ہاں صرف اتنا جانتے ہیں اِلَّا بِمَا شَاءَ جتنا نبی کریم چاہتے ہیں جتنے علوم و احوال آپ کے صدقے امت تک پہنچیں۔ وَسِعَ کُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ آپ کی کرسی وسیع ہے۔ زمین و آسمان عرش و فرش اپنی تمام وسعتوں کے باوجود یوں ہیں جیسے آسمان کے نیچے ایک چھلا پڑا ہوا ہو۔ وَلَا يَئُودُهٗ حِفْظُهُمَا۔ روح النانی کے لیے آسمان و زمین کے اسرار کا تحفظ گراں نہیں ہے۔ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء سکھا دیئے تھے۔

اب ہم معاندین سے سوال کرتے ہیں کیا حضرت علامہ نیشاپوری کی یہ تفسیر اور وضاحت بھی کفر یہ ہے؟ العیاذ باللہ۔

میرے تاثرات میں نے جب نیشاپوری قدس سرہ کی تفسیر میں یہ مقام پڑھا تو میرے دل پر القاء ہوا کہ ان کی تشریح کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ میں حضور کی ذات کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور آپ ہی کو شفاعت کی اجازت سے نوازا گیا ہے۔ آپ ہی بابِ شفاعت کھولیں گے۔ آپ کے سوا کوئی دوسرا اِلَّا بِاِذْنِهٖ کا مستحق نہیں۔ سوال کرنے والا یہ بات معلوم کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا کہ بارگاہِ الٰہی میں شفیع کے لیے اس بات کے بغیر چارۂ کار نہیں کہ وہ پہلے اس شخص کے حالات سے پوری طرح واقف ہو جس کی شفاعت کرنا مقصود ہو۔

ہ۱ے یہ سطور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مصنف علام رحمۃ اللہ علیہ نے قیام مدینہ منورہ کے دوران لکھی تھیں۔

جس جس کی شفاعت کرنا ہوگی۔ اُس کے ایمانی مراتب۔ اعمال باطنہ وظاہرہ کے بارے میں پورا پورا علم ہوگا۔ جو شخص شفاعت رسول کے اہل ہو گا آپ اسی کی ہی شفاعت فرمائیں گے۔ پھر حضور کو یہ بھی علم ہوگا کہ اسے کس لغزش پر شفاعت درکار ہے۔ اسے کس قسم کی شفاعت ضروری ہے اور وہ کس حد تک شفاعت کا سزاوار ہے اور کون سی قسم کی شفاعت کا حقدار ہے۔ پھر کونسی شفاعت بارگاہِ الٰہی میں اسکی نجات کا باعث بن سکے گی کیونکہ شفاعت کی ہزارہا قسمیں ہیں۔ اس کے مواقع اور مقامات ہیں۔ اگر شفاعت کرنے والے کو علم ہی نہ ہو تو وہ کیا شفاعت کرے گا۔

لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ط

ترجمہ:۔ کوئی بات نہ کرے گا مگر جسے اللہ رحمٰن نے اذن دیا اور وہ ٹھیک ٹھاک بولا۔ یہ اجازت حضرت محمد رسول اللہ کو ہی ملی ہے۔

اور آپ ہی سارے جہانوں کے علوم پر حاوی ہیں۔ وہی بلاشبہ تمام جہانوں کو جانتے ہیں۔ وہ ہر چیز کو ہر آن میں پہچانتے ہیں۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ آپ ان تمام چیزوں کو جو آپ کے سامنے ہیں جانتے ہیں۔ مَاكَانَ جو آپ سے پہلے تھا۔ مَايَكُوْنُ جو آخر زمانے تک ہوگا۔ یہ تمام علم عطا کرنے والے رب نے آپ کو بتا دیا تھا۔ ہم سابقہ صفحات پہ احادیث نبویہ سے یہ بات ثابت کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ہر چیز روشن کردی۔

جو روشن کرنا ضروری تھی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے سابقہ انبیاء کرام پر روشن کی تھیں۔

حضور نے سب کچھ جان لیا۔ اللہ کی عطاء سے جان لیا اور حضور کو ان تمام چیزوں کا وہ ادراک ہو گیا جو دوسروں کو نہ ہوا تھا۔

لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ ۔ وہ اگلے علم سے کچھ نہیں پاتے جب تک انہیں اسکی تعلیم نہ دی گئی۔ اور جس قدر اِلَّا بِمَا شَاءَ آپ چاہیں گے۔

یا ایّھا شمس الفضل کوا کبھا
یظھرن انوار دما للناس فی الظلم

آپ بزرگی کا آفتاب ہیں۔ دوسرے تمام ستارے ہیں جو لوگوں پر اپنے انوار پھیلاتے رہتے ہیں مگر یہ سارا نور حضور کے چشمۂ نور سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

حضور کی شفاعت کی وسعتیں

حضور کے مشفوع لھم میں اولین و آخرین کی اتنی کثرت ہے کہ ان کا حصّہ اور شمار کیا ہی نہیں جا سکتا۔ ان تمام کے آپ ایک شفیع ہیں۔ ایک شخصیت ہیں آپ کا سینہ نہ کبھی تنگ ہوتا ہے نہ آپ شفاعت کرنے سے اُکتاتے ہیں۔ حضور کا سینہ کیسے تنگ ہو سکتا ہے جبکہ وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کی بشارت آپ کو ملی ہے۔ آپ کے سامنے تو آسمانوں اور زمینوں کی وسعتیں ہیچ ہیں۔ کیا کوئی بدبخت سے بدبخت انسان بھی یہ تصوّر کر سکتا ہے کہ حضور کے قلب کریم جس کے سامنے عرش کی وسعتیں یوں محدود ہیں جسے آسمانوں کے سامنے ایک مچھر کیا آپ شافع محشر نہیں ہو سکتے۔ ہم لوگ محسوس کر سکتے ہیں کہ اتنی کثرت مخلوق میں سے شاید کوئی آپ کو بھول جائے مگر قرآن نے جواب دیا یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ ان دونوں آسمان و زمین کی حفاظت اور ان کے درمیان تمام بسنے والی مخلوق کی نگرانی آپ کے ذمّہ ہے۔ پھر اللہ نے اپنے فضل سے آپکو شفاعت کی قوّت عطا فرمائی۔ آپکی شفاعت کی وسعت کا اندازہ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔

مندرجہ بالا کلام کتاب ازالۂ اوہام سے ملخصاً پیش کیا گیا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہر وہ شخص جو حضور کے دامن علم سے وابستہ ہے اُسے اس تحریر سے خوشی ہو گی اور اسے قلبی اور ذہنی فرحت ہو گی۔ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم۔

میں اس مقام پر وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے ان آیات کے ان معانی اور تفسیر سے مکمل اتفاق نہیں ہے اور نہ ہی علامہ مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا دعویٰ کیا

ہے لیکن یہ گفتگو ان تاویلات حسن اور اشارہ پر مشتمل ہے۔ جو اہل حق اہل باطل کے لیے پیش کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے۔ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ جہاں کتا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دل (قلب) اور ملائکہ تجلیات الٰہیہ کا گھر ہے اور کتا تو شہوات و نجاست کی جگہ ہے۔ اہل بصیرت نے ان معانی اور تاویل سے کبھی انکار نہیں کیا۔ البتہ حضرات باطن اپنے کمالِ ایمان و عرفان کی بنا پر ایسے معانی کو پسند کرتے ہیں۔ علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد میں لبسا اوقات ایسے نکتے بیان فرمائے ہیں جو اگرچہ بعید اور غریب ہوتے ہیں مگر لطیف ہوتے ہیں۔ ظاہر بیں علماء تو ان پر تنقید کرتے ہیں اور ان کی غلطیاں بیان کرتے ہیں۔ مگر گکڑی کھیرا العوض دو دانگ کی صورت میں مقبول کیا جاتا ہے۔ ایک چیز دوسری چیز کے ساتھ خود بخود بیان ہو جاتی ہے۔ قلب بھی ایک ایسا مقام ہے جو نصیحت قبول کرتا ہے۔ لبسا اوقات دل کی گہرائیاں لیلیٰ و سلمیٰ جیسی معشوقانِ خیالی کی مدح میں رنگِ تغزل سے بھی محبوبِ حقیقی خصوصاً سید الانبیاء کی نسبت سے لطف اندوز اور سبق آموز ہوتی ہیں۔

تفسیروں میں ایسا لکھا گیا ہے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ ترجمہ:۔ تم اللہ کی عبادت ایسے کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو یوں محسوس کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ بعض عارفینِ امت دوسرے تَرَاهُ پر رک گئے۔ انہوں نے سوچا اِنَّكَ اَنْ لَّمْ تَكُنْ۔ اگر تم ایسا نہ کر سکو۔ یعنی تو اپنے نفس سے فنا ہو جائے۔ تو اب اسے دیکھے۔ پھر تو مقام مشاہدہ پر پہنچ جائے گا۔ کیونکہ تیرا نفس ہی تیرا حجاب ہے۔ جس کی وجہ سے تو مشاہدۂ حق سے محروم رہتا ہے۔

اس مقام پر علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے اعتراض کیا ہے کہ اگر ان بزرگانِ دین کی

تاویل اور معانی کو درست مان لیا جائے تو قرأۃ میں الف نہ ہوتا۔ اور اس طرح ہوتا۔ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ملا یہ ضائع ہو جاتا۔ کیونکہ اس کا ماقبل سے کوئی ربط نہیں۔ پھر حدیث کے الفاظ کی روایات پے در پے لائے جو اس تاویل کی متحمل نہیں ہیں کہ اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔

اس بحث پر حضرت محدث دہلوی علامہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات شرح مشکوۃ میں یوں جواب دیا ہے کہ الف کا مضارع مجزوم میں ایک مروّجہ لغت میں ہے اور اسی بنا پر یہ روایت ابن کثیر سے قول الٰہی میں اَرْسِلْہُ مَعَنَا غَدًا یَرْتَعِیْ وَیَلْعَبْ اور قول الٰہی وَمَنْ یَتَّقِیْ وَیَصْبِرْ بھی ایسے ہی ہیں۔ ایک شاعر کا یہ شعر بھی اسی امر کا اظہار کرتا ہے۔ ؎

اَلَمْ یَاتِیْکَ وَالْاَنْبَاءُ تَنْمِیْ:

نحوی حضرات جانتے ہیں کہ جب ماضی کی شرط ہو۔ تو جزم و جزا کا واجب نہیں۔ اگرچہ معنیٰ جیسا کہ یہاں ہے۔ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ امکان رؤیت پر دلالت کرتا ہے مگر دیدار الٰہی کا امکان بھی پایا جاتا ہے۔ یعنی ہمارا اللہ تعالیٰ کو جہت و مکان خروج شعاع وغیرہ کے بغیر دیکھنا تو ثابت ہے۔ مگر علماء عربی نے ان معانی کو مختلف زاویوں سے دیکھا ہے یہ ایک ایسی چیز ہے جو ان کے بواطن پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ یہ کیفیت غلبۂ حال محویت و فنا ان کے دلوں پر وارد ہوتی ہے۔

ہم اس بحث کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہوئے یوں کہہ سکتے ہیں جس طرح علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری نے اپنی مشہور کتاب مرقات شرح مشکواۃ میں رد کیا ہے مگر انہوں نے ابرار اوّل اور ثالث میں مفصّل گفتگو کی ہے۔ اور آپ نے جواب ثانی پر بحث نہیں کی۔ صرف اتنا کیا کہ جو کہا گیا ہے اس کے موافق نہیں ہے۔ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ تو سابق کلام سے تعلق رکھتا ہے اگرچہ اس کا تعلق لاحق سے بھی ہے۔ میں اس مقام پر

بعض شارحین سے اتفاق نہیں کر سکتا۔

بعض روایات میں یوں ہے کہ فَاِنَّکَ اِن لَا یَرَاہُ۔ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ تو اگر اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے فَاِن لَّم تَرَہٗ فَاِنَّکَ یَرَاکَ۔ میرے نزدیک ارتباط کی کئی اور وجوہ بھی سامنے آتی ہیں فَاِنَّہٗ یَرَاکَ مجھے اُمید ہے کہ یہ نکتہ لطیف تر اور نفیس ترین ہے۔ جس طرح ہم یہ کہتے ہیں۔ فَاِنَّ لَّم تَکُنْ اگر تو نہ ہو اور فنا ہو جائے۔ اس کی شہود کی خواہش میں تَرَاہٗ تو اسے دیکھے گا اور مراد کو پہنچ جائے گا۔ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ بیشک وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور تجھ سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں۔ تو جب اس نے تجھے دیکھا تو تُو نے اپنی جان اس کے لیے فنا کر دی۔ وہ کسی کو نا اُمید نہیں کرتا کیونکہ تو مقامِ احسان تک پہنچ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ محسنین کے اَجر کو ضائع نہیں کرتا۔

ایک دوسرا نکتہ یوں سامنے رکھیے۔ فَاِنَّ لَّم تَکُنْ تو اگر نہ ہو تو یقیناً تو اسے دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ تو فنا ہو گیا وہی باقی ہے۔ اب وہی اپنی ذات کا دیدار کرنے والا ہے۔ اور کیونکر نہ دیکھے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور تو یقیناً فناہ ہو چکا ہے۔ جب تو فنا ہو جائے پھر ہی اسے دیکھ سکے گا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اس کی آنکھ کا کوئی پردہ نہیں ہے۔ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ تو وہ بیشک تجھے دیکھ رہا ہے اور تو ایک صورت خیالی خواب میں آنے والی ہر تو تجلی عکسی و ظلّی میں سے ہے۔ تو کیسے حسن حقیقی کو اور جمال اصلی کو نہ دیکھ سکے گا۔

امام قیشری رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ میں حضرت یحیٰی بن رضی علی کی سند سے لکھا ہے کہ حضرت ابو سلیمان دمشقی نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے سُعتَر بَری کی آواز سُنی تو غش کھا کر زمین پر گر گئے۔ جب ہوش میں آئے۔ دوستوں نے دریافت کیا۔ تو انہوں نے بتایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آواز آرہی ہے۔ اسعتر بری یعنی کسرہ بر را اور وہ نیکی اور احسان ہے۔ اگرچہ طواف کرنے والے اسے بہ فتح با پڑھتے ہیں۔ کتاب مرقی فی مناقب

سید محمد شرقی۔ میں فاضل مصنف عبدالخالق ابن محمد ابن احمد بن عبدالقادر (جو سید محمد شرقی کے نواسہ تھے) انہوں نے لکھا ہے کہ ایک شخص مصر کی گلیوں میں لوٹ کر ابھرا سر پہ رکھے آواز لگاتا تھا یا سعتر بری اس صدا کو اللہ کے تین بندوں نے سنا اور اس کا علیحدہ علیحدہ مطلب لیا۔ ایک جو اہل ہدایت میں سے تھا۔ اسعتر بری کا مطلب یہ لیا کہ تو کوشش کر اور میری اطاعت کرتا جا۔ تجھیں میری کرامت کی عطائیں دکھائی دیں گی۔ دوسرا متوسط آدمی تھا اس نے سمجھا یہ شخص یا سعتر بری کہہ رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میری بھلائی کس قدر وسیع ہے جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اور میری اطاعت کرتا ہے وہ مجھے پالے گا۔ تیسرا اہل نہایت سے تھا۔ اس نے سمجھا کہ یہ کہہ رہا ہے۔ السَّاعَةَ تَرِی بِرّی یہ تینوں بزرگ اس ایک جملے سے اپنے اپنے مذاق کے مطابق وجد میں آگئے۔

احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی نے لکھا ہے کہ بعض اوقات ایک عجمی بھی عربی شعر پر جھوم اٹھتا ہے اور اسے بھی وجد آجاتا ہے کیونکہ عربی کے بعض حروف عجمی طرز اور وزن پر ہوتے ہیں اگرچہ انکا مفہوم کچھ اور ہوتا ہے مگر عجمی اس مترنم آواز سے ہی لطف اندوز ہو جاتا ہے ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

مَا زَارَنِی فِی النَّوْمِ اِلَّا خَیَالُہٗ
فَقُلْتُ لَہٗ اَھْلاً وَّسَھْلاً مَرْحَبًا

میں نے اسے خواب میں خیالی صورت میں دیکھا تو میں نے اسے کہا اھلاً وسھلاً مرحبا!! اس شعر پر ایک ایسا شخص جو عربی سے ناواقف تھا۔ وجد میں آگیا۔ لوگوں نے اسے پوچھا۔ تم کیا سمجھے۔ اس نے بتایا۔ اس کا مطلب یہ ہے مَا زَارَیم۔ کہ مرنے کے قریب ہوں۔ (زار ہذیان فارسی ہلاکت کے ہوتے ہیں) اسے خیال آیا کہ ہم سارے موت کے کنارے پہنچ چکے ہیں۔ تو اس نے اسے اپنے معانی پہنا کر مطلب حاصل کر لیا۔ ہم مندرجہ بالا صفحات میں آیۃ کریمہ کی تشریح نہیں کر رہے۔ بلکہ یہ بات واضح کر رہے ہیں کہ مفسرین

اور شارحین لبسا اوقات اپنے طور مختلف معانی بیان کرتے ہیں۔ درحقیقت ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جو لوگ ذاتِ مصطفیٰ سے محجوب اور ناواقف ہیں۔ انہیں آپ کے علوم اور ذات سے اتنی بھی واقفیت نہیں جتنی ایک عام پڑھا لکھا انسان رکھتا ہے۔ تو وہ مقام مصطفیٰ کو کیسے پا سکیں گے۔ علماء ظاہر تو اپنی جگہ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولیاء کرام کو جو اسرار عطا ہوتے ہیں۔ اس کا ادراک ایسے ظاہر بین علماء کو کس طرح ہوگا؟ یہ لوگ مسلمانوں کی تکفیر سے نہیں ڈرتے اور اپنی جہالت سے ان کے ایمان سے انکار کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر اسی انکار پر اصرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو راہ ہدایت پر نہیں لاتا۔ ان لوگوں کا مبلغ علم کیا ہے جو اللہ کے نور سے محروم ہیں۔ وہ نور بصیرت نہیں پا سکتے۔

نسئل اللہ العفو والعافیۃ۔

دوسرا سوال مجیب کا یہ جملہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازل سے ابد تک جو کچھ ہوا اور ہوگا سب کچھ جانتے ہیں مخالفین کے لیے حیران کن اور قابل اعتراض ہے۔ میرے خیال میں ان لوگوں نے مجیب کے کلام کا ترجمہ کرتے وقت خلط مبحث سے کام لیا ہے۔ ان کے ہاں ازل سے آپکا تعلق نہیں ہے۔ ازل کی اصطلاح کو جب علم کلام کی روشنی میں دیکھا جائے گا تو یہ معنی ہوں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ازل سے موجود ہے۔ جس کی ابتدا نہیں اور یہ کھلا کفر ہے۔ کیونکہ اس سے نبی کریم صاحبِ کوثر و تسنیم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ مجیب کے اقوال میں ایسا نہیں۔ انکی عبارت یوں ہے کہ بے شک جملہ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ شامل ہے ان تمام مغیبات کو ازل سے ہو گزریں اور ابد تک ہوں گے۔

ازل سے ابد تک اس عبارت میں حضور کا قدیم ہونا اور ابتداء کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ حضور کا علم ازل سے ابد تک کے تمام

کائنات کو شامل ہونا ثابت ہے۔ ہم اسی کے بارے میں کلام کر بیں گے۔ یاد رہے جب ازل سے ابد تک کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ تو اس سے متکلمین یہ مراد لیتے ہیں۔ جس کے وجود کی ابتداء معلوم نہیں۔ اور وہ جس کے بقا کی انتہا نہیں۔ اس معنی میں جمیع اشیاء کا علم ہونا کوئی محال چیز نہیں اور ہم سابقہ صفحات میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ایسے علم کا مالک ہے۔ کسی مخلوق یا بندے کو یہ قوت حاصل نہیں ہو سکتی اور کسی بندے کے لیے ایسا علم ماننا عقل ونقل کی رو سے محال ہے مگر بارہا ابد و ازل بولنے والوں کا مطلب صرف اتنا ہوتا ہے کہ گزشتہ اور آئندہ کا طویل زمانہ ہے۔

ابد کے معانی

ابد کے معنی حضرت قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمائے ہیں۔

"قدم ہے جس کی ابتدا نہیں ہے"

اس معنی کا اطلاق مجازاً اس پر بھی آتا ہے جس کی عمر طویل ہو۔

اسی طرح عارف باللہ امام علامہ سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب جواہر الدرر میں اپنے شیخ عارف باللہ سید علی خواص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے۔

کہ "میں نے اپنے استاد سے دریافت کیا کہ حضرت اس سے کیا مراد ہے جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ نے لکھ لیا ازل میں۔ باوجودیکہ ازل کا تعقل نہیں ہے۔ مگر صرف اتنا ہے کہ وہ زمانہ ہے اور زمانہ مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کا لکھنا قدیم ہے۔" تو آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کتاب ازلیہ سے مراد تو صرف علم الہٰی ہے۔ جس نے تمام اشیاء کو گھیر لیا ہے مگر ازل وہ زمانہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور ان موجودات کے درمیان معقول ہے۔ اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے تمام انسانوں کو اپنے رب ہونے کا اقرار کرایا تھا اور یہی زمانہ ہے جب انبیاء کرام نے میثاق کو

کو پورا کرنے کا عہد کیا تھا۔

اس بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والے نے ازل بہ معنی زمانہ نہیں لیا۔ بلکہ ایک مخلوق ہے۔ حادث ہے اور غیر قدیم ہے۔ عارف باللہ مجیب نے یہ نکتہ واضح کر دیا ہے کہ ازل وہ زمانہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے یثاق لیا تھا۔ اب ازل کے معانی میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔

امام احمد بن خطیب قسطلانی رحمۃ اللہ نے مواہب اللدنیہ جلد دوم میں فرمایا ہے کہ علامہ ابو محمد مشقر سقراطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور قصیدہ میں کیا خوب فرمایا ہے کہ تمام ملک اللہ کے لیے ہیں۔ یہ اعزاز نبوت کو ازل کے روز ہی عطا فرما دیا گیا تھا اگر ازل سے مراد قدم ہے تو اس وقت عرش کہاں تھا۔

میرے سردار عارف باللہ حضرت مولینا نظامی قدس سرہٗ السامی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک نعتیہ شعر کہا ہے۔

محمدؐ کا زل تا ابد ہر چہ ہست
بہ آرایش نام او نقش لبست

ازل سے ابد تک جو چیز بھی پیدا کی گئی وہ تو حضور کے اسم گرامی سے ہی ظاہر ہوئی تھی۔ یعنی تمام چیزیں حضور کے خدّام اور حَشم سے ہیں اور حضور کی عزّت و ناموس کے ہی یہ سارے جلوے ہیں۔ میں معترضین سے پوچھتا ہوں کہ یہاں حضرت نظامی نے ازل سے کیا مراد لی ہے؟ اگر ایسے کلامی اصطلاح پہ لیا جائے تو معاذ اللہ صریح کفر ہے لہٰذا اسے سید عارف باللہ کے کلام پہ حمل کرنا ہوگا۔ میرے نزدیک یہی معانی درست اور صحیح ہیں۔ ازل سے ابد تک کی جگہ روز اوّل سے روز قیامت تک لکھا گیا مگر اعتراض کرنے والوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بس اعتراض ہی کرتے جاتے ہیں۔

جواب دوم اگر کتاب کے صفحہ ۱۶ پر عبارت سامنے رکھی جائے اور اسے غور سے پڑھ لیا جاتا۔ تو مجیب کی عبارت کا مطلب صاف واضح ہو جاتا اور ہماری طرح صحیح مطلب پر پہنچ جاتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ لوح محفوظ میں تمام گزری ہوئی چیزیں اور آنے والی چیزیں مرقوم و محفوظ ہیں۔ ازل سے ابدتک یہ چیزیں لوح محفوظ کا حصہ ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اوّل و آخر کے زمانے کو ان لوگوں میں لوح محفوظ میں محدود مانا ہے۔ تمام متناہی علوم لوح محفوظ کی زینت ہیں تو پھر انہیں روز ازل سے ابدتک کے علوم و اسرار کے ماننے میں کیا تردّد ہے۔

صحیح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابد سے تمام چیزیں لوح میں موجود ہیں۔ اس موجود و مرقوم سے وہی مراد ہے جو ہم لے رہے ہیں۔

جواب سوم کاش یہ حضرات کتاب کا صفحہ ۱۱ پڑھ لیتے۔ تفسیر روح البیان سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے "اے نبی تم اپنے رب کے فضل سے پوشیدگی والے یا محجوب نہیں ہیں۔ جو کچھ ازل سے ہوا اور جو کچھ ابدتک ہوگا۔ تم پر کچھ چھپا کر نہیں رکھا گیا۔ لفظ جن کے معانی پوشیدگی ہے بلکہ تم تو جو کچھ گزرا ہے یا ہونے والا ہے ہر چیز سے خبر رکھتے ہو۔"

اس فاضل مفسّر نے ہمارے علامہ مجیب کے مطالب کو واضح طور پر بیان فرما دیا ہے اگر یہ بات گناہ ہے تو صاحب تفسیر روح البیان پر اعتراض کیا جائے جو مجیب کے پیش رو کی حیثیت سے قرآن کی تفسیر فرما رہے ہیں۔ کیونکہ مجیب نے تو اپنے لفظوں میں حضور کے علوم کی وضاحت کی۔ جبکہ مفسّر علام اللہ تعالیٰ کے الفاظ کی تفسیر کرتے ہوئے وہی علوم مصطفیٰ بیان کر رہا ہے پھر مفسّر پر کفر اور گمراہی کا فتوی کیوں نہیں داغا جاتا۔ پہلے صاحب تفسیر روح البیان پر فتوی لگائیں پھر مجیب کو ہدف تنقید بنائیں۔

سوال سوم

مجیب کا یہ دعویٰ بھی معترضین کو اچھا نہیں لگا کہ حضور کا علم تمام غیبوں کو شامل ہے کہ اگر جمیع سے مراد تمام علوم الٰہیہ اور معلومات خداوندی کو تفصیل وار احاطہ کرنا ہے تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ایسا نظریہ کسی بھی مخلوق کے لیے عقلاً اور شرعاً دونوں طرح سے محال ہے، لیکن یہ کہا جائے جو کچھ ازل سے ہوا اور ابد تک ہوگا۔ ان تمام کو حضور کے علوم محیط ہیں تو اس میں کسی قسم کا شبہ یا شک نہیں۔ حضور کے علوم تمام ازل و ابد کے معاملات کو محیط ہیں۔ یہ بات حق اور سچ ہے۔ یہ اللہ اور رسول کے کلام سے ثابت ہے کہ کاش یہ لوگ غور کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تبیانٌ لِکلِّ شَیْئٍ ۔ حضور نے فرمایا۔ تجلّٰی فی کُلِّ شَیْئٍ ۔ میں نے ہر چیز کو روشن فرما دیا۔ حضور فرماتے ہیں کہ ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی۔ علماء کرام کی رائے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جزئی اور کُلّی علوم حاصل ہو گئے تھے اور آپ نے کائنات کے تمام علوم کا احاطہ کر لیا تھا تو پھر حضور سرور کائنات کے علوم میں شک کرنے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز بیان فرما دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم نے تمام عالم کا احاطہ کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ نے جو کچھ گزرا اور جو کچھ ہوگا سب جان لیا۔ حضور تمام کائنات کے واقعات کو ایسے دیکھتے ہیں جس طرح آنکھوں کے سامنے ہو رہے ہوں، آپ تمام اشیاء مخلوقہ کے عالم ہیں۔ آپ نے تمام علوم اوّل و آخر ظاہر و باطن کا احاطہ فرما لیا ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عارف پر ہر شے روشن ہوتی ہے۔ اب ان اقوال و عبادات کے بعد جمیع غیوب کے تسلیم کرنے میں کون سی رکاوٹ رہ جاتی ہے، کیا لوگ اپنے اقوال اپنی عقلوں کو کلمات اللہ، کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقوال کریمہ، فرمودات علماء کرام سے زیادہ اہم خیال کرتے ہیں۔ اگر ہمارے معاندین عقل کے ناخن لیں تو جس قدر علمی وسعتوں میں غور کریں گے حضور کے علوم کی وسعتیں کھلتی نظر آئیں گی اگر یہ نظریہ کفر۔ نادانی۔ یا جہالت ہے۔ تو پہلے اللہ رسول

کا کلام بدلو۔ علماء و آئمہ کو کافر اور گمراہ قرار دو۔ اس کے بعد حضرت علامہ مجیب پر فتوی بازی کرو۔

سوال چہارم

معترضین کو ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی ابتدا یا انتہا ہے؟ کیا اس علم کی کوئی حد یا حساب ہے؛

میں کہتا ہوں۔ ابتداء تو ضرور ہے کیونکہ آپ مخلوق ہیں اور مخلوق کا علم حادث ہوتا ہے اور حادث ہی رہے، لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معلومات کی گنتی اور حساب تو صرف اللہ کے علم میں ہی ہے کوئی دوسرا اسے حساب و شمار میں نہیں لا سکتا۔ کوئی آدمی یا فرشتہ حضور کے معلومات کو شمار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور یہ بات بھی غلط ہے کہ حضور کا علم کسی مقام پر جا کر ٹھہر جاتا ہے یا رک جاتا ہے اور اس کی ترقی میں رکاوٹ آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا علم مسلسل اضافہ پذیر رکھا ہے۔ ہمارے محبوب ابد الآباد تک ذات و صفات الٰہی کے علم میں ترقی فرماتے رہیں گے۔ ہم اس موضوع پر سابقہ صفحات میں تفصیل سے لکھ آئے ہیں۔

سوال پنجم

اعتراض کرنے والے پوچھتے ہیں کہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے ذرہ بھر بھی کمی نہیں آتی۔ اس سے مراد کیا ہے؛

کیا ازل سے ابد تک حضور کے علم سے کوئی شے کم نہیں ہوئی؟ یا کچھ اور مراد ہے میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی ذرّہ حضور کے علم سے خارج ہو گا تو یہ صاف حدوث کی طرف ناظر ہو گا۔ ذرہ کی بجائے یہ لفظ مثقال بڑھا کر سوال میں اشتباہ پیدا کر دیا گیا ہے حالانکہ میں نے مثقال کے لفظ کو استعمال نہیں کیا تھا معترض میرے کلام میں خود ہی بعض چیزوں کا اضافہ کر کے تردید و تردّد کی راہ ہموار کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس طرح معترض مثقال ذرۃ کا لفظ پیش کر کے ازل سے ابد تک کے درمیان ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ذرّہ کا وجود اس وقت موجود تھا اور ازل سے ذرّوں کا وجود تسلیم کرانا چاہتا ہے۔ یہ ایک گمراہ کن تخیّل ہے۔ وہ لفظ مثقال کو

بڑھا کر باور کرانا چاہتا ہے۔ کہ ازل سے بھی کوئی چیز تولی جاتی تھی۔ حالانکہ ازل میں کوئی ایسی چیز نہیں جو مثقالوں میں تولی جائے۔ وہاں تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ اسکے اوصاف کامل ہیں۔ تردد احتمال کفر کی طرف ناظر رہ گیا۔ یا اس میں ظاہر ہوا۔ یہ دراصل ان گمراہ کن نظریات کی بنیاد ہے۔ یہ حرکت ایسی ہے جو دوسروں کے لیے کنواں کھودے مگر خود اس میں گر پڑے۔

ہم بار بار یہ بات دہرا چکے ہیں اور روز روشن کی طرح واضح کر چکے ہیں کہ ازل کا لفظ نہ میرے کلام میں ہے نہ وہ معنی اور مطلب جو معترض لینا چاہتا ہے۔ میری مراد ہے میں جواب دوم میں تین مرتبہ اس کو دہرا چکا ہوں۔ انسان کے مراتب ہوتے ہیں۔ پہلا رتبہ صالح مسلمان کا ہے جو سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کے متعلق بدگمانی نہیں کرتا۔ اگر خدانخواستہ شعور سے کوئی ایسا لفظ سنائی دیتا ہے۔ جس کے دو معنی لیے جاسکیں تو وہ اچھی تاویل کرتا ہے اور برائی اور نقصان سے پھیر دیتا ہے دوسرا وہ رتبہ ہے جسے توفیق تو نہیں ہوتی مگر وہ اپنی دیانت سے اپنے آپ کو ایسی شرح سے محفوظ رکھتا ہے جس سے فساد پیدا ہو۔ ایسا انسان اپنے دین کو بھی محفوظ کر لیتا ہے اور اپنے بھائیوں کے لیے بھی بے معنی چیزیں نہیں سوچتا۔ جس سے کسی قسم کی بدنامی اور تہمت آئے۔ تیسرا وہ شخص ہے جو مندرجہ بالا نعمتوں سے یکسر محروم ہو کر آخری حد تک پہنچ جاتا ہے۔ مگر اسکی آنکھ میں کچھ حیا باقی ہوتی ہے۔ وہ اگر کوئی بری چیز محسوس کر پاتا ہے۔ تو اس کے افشار کی جرأت نہیں کرتا۔ کیونکہ اختراء اور بہتان تراشی سے اس کی آنکھ کی حیا اسے روک دیتی ہے اور وہ اپنی زبان سے دوسروں کو ایذا نہیں پہنچاتا۔ ہاں معاشرے میں بعض ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں۔ جو حسد کا شکار ہیں وہ تباہ ہو کر حد سے گزر جاتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں اور حق سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ وہ معمولی بات سن کر اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں۔ میں ایسے حملہ آور حضرات کو متنبہ کرتا

ہوں کہ وہ ہمیشہ نقصان میں رہیں گے ۔ ان کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ میرے بیان کردہ مسائل اور گزارشات سے فائدہ اٹھائیں ۔ وہ میرے الفاظ کو توڑ موڑ کر ایسے معانی نہ پہنائیں جن کا گمان بھی نہیں ہوسکتا ۔ لفظ ازل کی عظیم تصریح موجود ہے ۔ میری مراد اسی تصریح اور اور تاویل سے ہے اور آخر اور روزِ اول کے واضح معانی ہیں پھر تاویل و تصریح کے دروازے بند نہیں ہوئے تھے ۔ مگر حسد کی بیماری تو انسان کو تباہ و برباد کردیتی ہے ۔

اے میرے دوستو! ان تمام نقائص سے بچو ۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری ہدایت کا ذمہ دار ہے ۔ الحمد للہ ثم الجواب وظہر الصواب ۔

حرفِ آخر

سابقہ صفحات کی تحریر ایک کتاب کی شکل میں جمع ہو گئی ہے ۔ اس کا نام الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ رکھا گیا ۔ یہ نام تاریخی اور خوبصورت ہے پھر ان مقاصد پر بھی روشنی ڈالتا ہے جنہیں میں بیان کر چکا ہوں یہ ابجد کے حروف سے سال تالیف و تصنیف کو بھی ظاہر کرتا ہے ۔

الحمد للہ ۔ اس بندہ ضعیف نے اس کتاب کا پہلا حصہ سات گھنٹوں میں مکمل کر لیا تھا ۔ پھر اسے مزید مفید بنانے کے لیے نظر ششم کا اضافہ کیا اور بے پناہ مصروفیتوں کے باوجود آج ظہر کے بعد دوسرا حصہ بھی مکمل ہو گیا ۔ اس حصہ پر مجھے ایک گھنٹہ مزید صرف کرنا پڑا ۔ بحمد اللہ یہ ۲۰ ذی الحجہ بروز بدھ بوقت عصر مکمل ہو گیا ۔

وَاَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُ السَّلَامِ عَلَی الْمَوْلٰی الْمَخْصُوْصِ لِطِیْبِ النَّشْرِ مُتَیْقِنًا بِمِنَّتِہٖ یَوْمَ الْحَشْرِ وَعَلٰی آلِہٖ الْکِرَامِ وَصَحْبِہٖ الْعِظَامِ مَا ذَرَّ الْفَجْرُ وَلَیَالٍ عَشْرٍ ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

تمت بالخیر

تلخیص و ترجمۂ تقاریظ
از
مولانا عبدالرحمن بستوی

۱

احمد الجزائری بن السیّد احمد المدنی

(مفتیٔ مالکیہ، مکہ معظمہ،)

علّامہ زماں، یکتائے روزگار، منظورِ انظار، سیّدِ عدنان، منبعِ عرفان، حضرت مولانا شیخ احمد رضا خان کا رسالہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ کا مطالعہ کیا، یہ ایسی تالیف ہے جس سے ہر صاحبِ توفیق سمجھدار انسان نفع حاصل کرے گا، مصنف پر یہ الزام کہ علمِ الٰہی اور علمِ مصطفٰی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مساوات کے قائل ہیں، اس رسالے کے مطالعے سے غلط ثابت ہوتا ہے، رسالے میں ایسی کوئی بات نہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف کو اپنے افضال سے نوازے اور مسلمانوں میں ان جیسے بہت سے علماء پیدا کرے۔ آمین!

(۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء)

۲

شیخ اسمٰعیل بن خلیل

(حافظِ کتب الحرم ۔ مکہ معظمہ)

حضرت جناب سیدی خاتمۃ الفقہاء والمحدثین، اطال اللہ بقاءکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل آپ کو آ[illegible]ت سے محفوظ رکھے، آمین!

آپ سے جدا ہو گیا مگر دل نہ چاہتا تھا، کیا کریں دستورِ زمانہ یہی ہے کئی بار سوچا کہ پھر حاضرِ خدمت ہوں لیکن ماں اور بھائی ضعیف ہو گئے ہیں جن کی خدمت کے لئے مجبوراً جانا پڑ رہا ہے ورنہ دل تو یہ چاہتا ہے، کہ مرتے دم تک آپ کی چوکھٹ پر پڑا رہوں اور آپ کے حضور حاضر رہوں۔

میں جمعہ کے روز نماز کے وقت بمبئی پہنچا، حاجی محمد قاسم صاحب میرے ٹیلی گرام کے مطابق اسٹیشن پر انتظار میں تھے، وہ اپنے گھر لے گئے، میں نے خیال کیا شاید ان کے بال بچے یہیں ہوں گے لیکن رات کو معلوم ہوا کہ میری وجہ سے پورا گھر خالی کرا دیا ہے، اس پر مجھے خوشی تو ہوئی مگر ساتھ ہی اپنے نفس پر ملامت کرتے ہوئے میں نے کہا کہ تو لوگوں پر کیسا بوجھ ہے، کیا ہر جگہ ایسا ہی کریگا؟

حاجی صاحب اپنے لڑکوں کے ساتھ ہمارے پاس رہتے ہیں

اور بے حد خدمت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں صلہ عطا فرمائے، آمین!

حضور! حاجی صاحب نہایت ہی عبادت گزار ہیں، رات کو صرف دو گھنٹے سوتے ہیں، باقی رات نماز اور تلاوتِ قرآن میں گزار دیتے ہیں، کاروباری انہماک کے باوجود اتنی محنت و ریاضت کرتے ہیں۔

میری طرف سے حضرت مولانا حامد رضا صاحب، حضرت مولانا مصطفےٰ رضا صاحب اور حاجی کفایت اللہ صاحب کو تحفۂ سلام قبول ہو۔ ان حضرات نے میرے ساتھ جو احسان کیا ہے اس کا بدلہ میں نہیں دے سکتا، اللہ تعالیٰ ہی اس کا صلہ عطا فرمائے۔ میری جانب سے میری والدہ یعنی مولانا حامد رضا خاں اور مولانا مصطفےٰ رضا صاحب کی والدہ سلام قبول فرمائیں۔ ان کا ذکر مناسب تو نہیں لیکن میں اپنے آپ کو آپ کا تیسرا فرزند شمار کرتا ہوں ——— ان سے فرمائیں کہ اس سعادت سے مجھے نوازیں، میں آپ کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالےٰ آپ کو خوب خوب نوازے اور روزِ محشر میرا دستگیر بنائے۔ آمین!

آپ کا بیٹا

حافظِ کتب

اسمٰعیل

۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

۳

حسین بن محمد

(مدرس حرم نبوی ، مکہ معظمہ)

عالم وعامل، ہستئ کامل شیخ احمد رضا خاں بریلوی کی تالیف الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ میں نے مطالعہ کی، اس میں ایسی قوی دلیلیں ہیں جو مخالفین کو خاموش کردیتی ہیں، جو شخص بھی اس کتاب کے مقابلے پہ کوئی نظریہ پیش کرے گا، مغلوب ہوگا۔

(صفر ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء)

۴

محمد یحییٰ

(مدینہ منورہ)

حضرت استاذِ مکرم شیخ محمد کریم اللہ صاحب کی طرف سے سلام پیشِ خدمت ہے۔

گذارش ہے کہ الدولۃ المکیہ سے متعلق پہلا اور دوسرا ٹیلیگرام موصول ہوا، اس سلسلے میں حضرت استاذ شیخ عبد الحمید آفندی عطار نے فرمایا ہے کہ میں نے مفتی آفندی صاحب کو تقریظ کے لئے مذکورہ کتاب روانہ کردی ہے، انشاء اللہ تعالےٰ وہ تقریظ جلد لکھ کر مجھے بھیجدیں گے پھر میں آپ کی خدمت میں روانہ کردوں گا۔

(۱۵ رجب ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)

۵

احمد بن محمد بن محمد خیر السناری

(مدینہ منورہ)

حقیقتِ محمدیہ کو پرکھنے سے ساری کائنات عاجز ہے، خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ابوبکر! اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، میری حقیقت کو میرے مالک کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء و اولیاء، صلحاء اور علماء نے اپنے اپنے ادراک کے مطابق جانا پہچانا ہے، مقامِ قرب میں تفاوت ہے اس لئے مدرکین کے مقامات بھی مختلف ہیں، سب ہی نے روح مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض پایا ہے، آپ ابوالارواح ہیں۔

مخالفین جاہل قوم ہیں جو حق سے اس قدر غافل ہو گئے جس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت علامہ استاذ فاضل شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولۃ المکیہ میں نے مطالعہ کی، اس میں مؤلف نے منکرین کا خوب رد کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

۵ رجمادی الاخریٰ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

٦

سید عمر بن سید مصطفےٰ غیطہ

(مدینہ منورہ)

سعادتِ ابدیہ کا امیدوار سید عمر بن مصطفےٰ غیطہ، خادمِ حدیث حرمِ نبوی عرض کرتا ہے کہ حضرت علامہ عارفِ ربانی، استادِ کبیر، عالمِ بے نظیر حضرت شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ مسجدِ نبوی میں مجھے سنائی گئی، میں نے اس کو مختصر مگر جامع و صحیح پایا۔ یہ وہم کی تاریکی سے نکال کر فہم کی روشنی کی طرف لے جاتی ہے، میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تعالےٰ اس کو مفید بنائے،

آمین!

(۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء)

۷

عبد القادر حلمی الحسنی الخطیب

(مدینہ منورہ)

جب میں مدینۂ منورہ میں زیارتِ روضۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا تو بعض احباب نے علامۃ الھند و علامۃ الدہر حضرتِ مولانا شیخ احمد رضا خاں صاحب کی تالیف الدولۃ المکیہ کو دیکھنے کے لئے اصرار کیا، چونکہ وطن واپسی کا وقت قریب آچکا تھا اس لئے جلدی جلدی رسالۂ مذکورہ کو پڑھا، میں نے اسے سرچشمۂ تحقیق پایا، اس سے واضح ہوگیا کہ مؤلف علامہ کے بارے میں جو یہ مشہور کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے برابر سمجھتے ہیں، سراسر جھوٹ و بہتان ہے، اس الزام کے خلاف یہ کتاب ایک روشن ثبوت ہے۔

(۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)

۸

عبدالکریم ابن التامزی بن عزوز التونسی

(مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ)

استاذِ کامل، فریدِ عصر، یگانۂ دہر حضرتِ علامہ شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولۃ المکیہ دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی، اس کے مضامین قابلِ اتباع ہیں جو حقیقت میں الہاماتِ ربانیہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ مؤلفِ علامہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان جیسے افراد بکثرت پیدا فرمائے۔ آمین!

۹

عبداللہ احمد اسعد گیلانی الحسنی الحسینی الحموی

(مدینہ منورہ)

اس رسالہ معتبرہ کو کسی تعریف و توصیف کی حاجت نہیں اسلئے میں نے اس طرف سے پہلو تہی کیا، اس کے علاوہ بڑے بڑے علماء و فضلاء اس پر تقریظیں لکھ چکے ہیں، ہمیں صرف مؤلف سلمہ اللہ تعالے کے بارے میں لکھنا ہے۔

آپ کی ذاتِ گرامی مشہور و معروف ہے، مدینہ پاک میں سید احمد علی اور شیخ کریم اللہ سے ملاقات ہوئی، دونوں نے آپ کی تعریف و توصیف کی، جب ان حضرات سے معلوم ہوا کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال عشق اور حضرتِ غوثِ اعظم سے کمال محبت ہے تو اللہ کے لئے مجھے ان سے محبت ہو گئی اس لئے کہ محبوب کا دوست بھی محبوب ہوا کرتا ہے ——— ہر چیز کو آثار سے پرکھا جاتا ہے، آپ کے آثار ان حضرات کی گواہی کی تصدیق کرتے ہیں، کاش کہ آپ کے اعداء انصاف سے کام لیتے اور آپ کی محبتِ رسول کی قدر کرتے تو سر جھکائے بغیر نہ رہتے۔

حضرت! آپ ان قوم کی ملامت سے غمگین نہ ہوں، ان کا جھوٹ اس وقت ظاہر ہوا جب وہ اپنے زعم میں آپ کو آزمانے لگے

پھر آپ کو بے داغ پاکر مایوس ہوئے، آپ کو اجرِ عظیم ملا اور آپ کی رفعت اور قدر ومنزلت میں اضافہ ہوا گویا کہ دشمنوں نے آپ کی عزت وحرمت بڑھانے میں سر توڑ کوشش کی چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد کرنا چاہتا ہے تو اس کے دشمنوں کو اس کے لئے مددگار بنا دیتا ہے، ایسا کیوں نہ ہو، ——— آپ اس قول کے مصداق ہیں کہ "جبریل اس شخص کے ساتھ ہوتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا عہد کرتا ہے" اور یقیناً اللہ تعالےٰ روح القدس کے ذریعہ آپ کی مدد فرماتا ہے، آپ غالب ہیں اور علم کا عَلَم آپ کے سر پر بلند ہے ——— میں اس مقامِ رفیع پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

۱۰

علی بن علی الرحمانی ،

(مدرسِ حرم نبوی ، مدینۂ منورہ)

یہ رسالہ عالمِ علامہ ، بحرِ فہامہ ، معدنِ فصاحت و براعت ، اجل علماءِ اہل السنۃ والجماعہ ، مولانا واستاذنا شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ہے ، میں نے اس رسالے کو شافی وکافی اور جامع ووافی پایا جو مؤلف بزرگ کے کمالِ علم پہ دلالت کرتا ہے ، بیشک وہ اکابرِ علماءِ اہلِ سنت میں سے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ان کی ذات اور ان کی تصانیف سے نفع پہنچائے اور ان کے برکات ونفحات ہم پر اور تمام مسلمانوں پر لوٹاتا رہے ، آمین !

میں نے اس بزرگ اور بلند مرتبہ تالیف کے مطالعہ کی تاریخ کہی ہے ۔

۱۲

محمد بن سید الواسع حسینی الادریسی

(مدینہ منورہ)

۱۳۱۷ھ میں جبکہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوں، فخرِ ہند علامہ شیخ احمد رضا خاں کی تصنیف الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ کی خبر ملی، مجھے یہ رسالہ بہت پسند آیا، اللہ تعالیٰ اس رسالہ مبارکہ کے مصنف کو، جو صاحب نقد و نظر ہیں، بہترین جزا عطا فرمائے۔ اس مبارک تصنیف سے انہوں نے اہلِ سنت کے دلوں کو مسرور کیا۔

بعض غیب تو بعض اولیاءِ امت بھی جانتے ہیں چنانچہ میرے والدِ ماجد سید واسع سے زندگی میں اور انتقال کے بعد بہت سی ایسی کرامتیں ظہور میں آئیں جو علومِ غیبیہ کی خبر دیتی ہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علومِ غیبیہ کی کیا بات، جو اولین و آخرین کے سردار ہیں۔

(۱۳ جمادی الثانیہ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء)

۱۳

محمد توفیق الایوبی الانصاری

(مدینہ منورہ)

رسالہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ جو حجم میں چھوٹا ہے، معلومات کے لحاظ سے بڑا ہے، فاضل مصنف سے میری التجا ہے کہ اپنی دعاؤں میں مجھے شامل رکھیں، ان کی دعائیں قبولیت کے شایانِ شان ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخلصانہ محبت رکھتے ہیں، اللہ تعالٰی مصنف کو بہتر بدلہ عطا فرمائے اور آخرت میں اپنی کامل نعمتوں سے سرفراز فرمائے، آمین!

بیشک مصنف پاکیزہ بیان والے ہیں، انہوں نے اپنے پاکیزہ دلائل بیان کر کے مخلوق و خالق کے علم میں فرق کر دیا ہے اور اپنے بے خطا تیر سے حقیقت کے جگر کو شکار کیا ہے۔ اللہ تعالٰی ان جیسی ہستیاں زیادہ سے زیادہ پیدا فرمائے اور اپنے جود و سخا کی بارشیں کرے، آمین!

۱۴

یعقوب بن رجب

(مدرسِ حرمِ نبوی، مدینہ منورہ)

مدرسِ حرمِ نبوی یعقوب بن رجب ایک خواب عرض کرتا ہے جو اس رات دیکھا جس رات کتاب الدولۃ المکیہ حاصل کی۔

ہوا یہ کہ میں دولتِ مکیہ کا خطبہ پڑھ کر سو گیا، خواب میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کھل گیا ہے جس پر لکھا ہوا ہے:-

"کتاب نور سے ہے اور کتاب کے حروف انتہائی تعظیم کے لائق ہیں۔"

اس سے مجھے انشراحِ صدر حاصل ہوا اور میں نے یقین کیا کہ یہ خواب کتاب کے مطالعہ کی برکت سے نصیب ہوا، پھر جب اس کتاب کو پورا پڑھ چکا تو حضرتِ مؤلف کی مدح میں چند کلمات لکھے اور سو گیا، خواب میں دیکھا کہ حجرۂ مقدسہ کا دروازہ طیبہ کسی خادم نے کھولا اور کچھ لوگ داخل ہوئے ہیں اور میں بھی حضرتِ حمزہ کی زیارت کے ارادہ سے داخل ہوا ہوں۔ دیوار پر میں نے ایک پیالہ دیکھا، میں سمجھا کہ اس میں پانی ہے، مجھے پینے کا اشتیاق ہوا لیکن اجازت لینے کے لئے توقف کیا ——— پھر مجھے معراج سے واپسی پر حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا یہ قصہ یاد آگیا کہ آپ جب معراج سے واپس تشریف لا رہے تھے

کسی اونٹ پر آپ نے پانی کا پیالہ دیکھا اور بلا اذن نوش فرمایا تو میں نے بھی اس پیالے کو اٹھایا، اس میں خالص دودھ تھا، اس کو میں نے سیر ہو کر پیا، پھر بھی باقی بچ گیا، دیکھتا ہوں کہ میں بابِ طوبہ کے پاس کھڑا ہوں اور کتاب (الدولۃ المکیہ) میرے سینے پر ہے جس کو ہاتھوں سے سمیٹے ہوئے ہوں، پھر آنکھ کھل گئی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کتاب بڑی شان والی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں مرغوب و محبوب ہے۔

(ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء)

۱۵

محمد یٰسین بن سعید

(مدرسِ حرمِ نبوی، مدینہ منورہ)

ادیبِ لبیب شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ مطالعہ کی اور اس کو قابلِ قبول پایا کیونکہ یہ ان باتوں سے پاک ہے جو اللہ تعالےٰ کی شان کے لائق نہیں اور اس میں ہمارے سردار حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے مصنف کو آپ کے طفیل مقبولیت وسعادت عطا فرمائے اور ان کی تمام امیدیں و آرزوئیں بر لائے، آمین۔

(رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء)

۱۶

محمود بن صبغۃ اللہ

(مدینہ منورہ)

یگانۂ روزگار، یکتائے زمانہ، علامۂ دہر مولانا احمد رضا خاں کی تالیف الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ مطالعہ کی۔ بیشک اس رسالے میں ایسی باتیں ہیں جو بیمار کو صحت عطا کریں اور تشنہ کاموں کو سیراب کریں۔ اس رسالے میں مسئلہ علمِ غیب کی پوری پوری تحقیق کی ہے اور ان امور کی حقیقت واضح کردی ہے جن میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو دونوں جہان میں اچھا بدلہ عطا فرمائے اور دونوں جہاں میں ان کے درجات بلند فرمائے، آمین!

(۱۵ر ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء)

۱۷

محمود بن علی عبد الرحمٰن الشوبل

(مدرس حرم نبوی ، مدینہ منورہ)

بندۂ حقیر، مدرسِ حرمِ نبوی محمود بن شیخ علی عبد الرحمٰن شوبل عرض کرتا ہے کہ حضرت عالم النحریر، دراکۃ الشہیر، امام، مرشد شیخ احمد رضا خاں ہندی کی تالیف (الدولۃ المکیہ) میں نے مطالعہ کی، اس کے مضامین امام الانبیاء، سید الاصفیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر عجیب انداز سے لکھے گئے ہیں، اس کو آنکھوں کے پانی سے دلوں پر لکھنا چاہئے۔

(یکم ربیع الاول ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء)

۱۸

مصطفٰی ابن التامزی بن عزوز التونسی

(مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ)

میں نے رسالہ الدولۃ المکیہ کے مطالعہ کا شرف حاصل کیا، اس کے مؤلف رہبر و رہنما، علامہ اکبر اور عمدۃ الفہامہ ہیں، اپنے علم و کمال کی وجہ سے مشہور ہیں، عارف باللہ ہیں اور ہر حال و مقام میں اللہ ہی کی طرف بلاتے ہیں یعنی ہمارے سردار احمد رضا خاں صاحب، ان کی مساعی مقبول و محمود ہوں، ان کی عنایات بلند اور لطف و کرم ہمیشہ ہمیشہ جاری رہیں ——— میں نے اس رسالے کی اصولی باتوں کے لفظی جواہر کی طرف توجہ اور اس کے بازغ معانی کے پھولوں میں فکر کو جولاں کیا تو میں نے اس کے بے مثال موتیوں کو خوش بیان اور خوب مضبوط پایا، اس کے روشن فائدوں سے ذہنوں کے باغوں میں روشنیاں پھیل گئیں ——— اس کی شاخیں اور جڑیں فیصلہ کن اور واضح قرآنی آیتوں صحیح و مشہور حدیثوں اور اعلیٰ قسم کے عقلی روشن دلیلوں سے لدی ہوئی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالاتِ علمیہ کی پاسبان ہے اور عقائدِ اہلِ سنت و جماعت کے عین مطابق، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال کی حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے جس نے آپ کو یہ علوم عطا فرمائے، اس سے انکار ایک جاہل ہی کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کو خوب خوب نوازے۔ وہ استادِ کامل اور جامع (معقول و منقول) ہیں، وہ ابرِ باراں کی طرح فیض رساں ہیں، انہوں نے بندگانِ خدا کو فائدے پہنچائے اور ان کو راہ دکھلائی، انہوں نے شہروں کو روشن کیا، یہ ان کے شرف و بزرگی اور حسنِ سیرت کی دلیل ہے اور ان کے اخلاص، پاکیزگی، طبعی ذکاوت اور آگہی کا روشن ثبوت، وہ معقول و منقول اور اصول و فروع کے میدانوں میں گوئے سبقت لے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں ان جیسے اور بہت سے پیدا کرے، آمین!

(۱۰ر شعبان ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء)

۱۹

موسیٰ علی الشامی الازہری الاحمدی الدردیری

(مدینہ منورہ)

میں نے رسالہ الدولۃ المکیہ کا مطالعہ کیا، اس کو شفا رپایا اور اہلِ حق یعنی اہلِ سنت وجماعت کے دلوں کی دوا ——— اللہ تعالےٰ اس رسالے کے مصنف کو اسلام اور اہلِ اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں دونوں جہاں میں اپنی عنایات نازل فرمائے، اس لئے کہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزۂ علم غیب کی تائید کے لئے کھڑے ہو گئے جس سے کتاب اللہ اور حدیثیں بھری ہوئی ہیں، یہاں تک کہ یہ مسئلہ آفتابِ نصف النہار کی طرح روشن ہو گیا۔

مصنفِ کتاب، اماموں کے امام، اس امت کے دین کے مجدد ہیں، یقین کے نور اور قلوب کے انوار کی تائید سے آراستہ ہیں ——— کون؟ ——— شیخ احمد رضا خاں! اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہان میں قبول و رضوان عطا فرمائے، آمین!

(یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء)

۲۰

ھدایۃ اللہ بن محمود بن محمد سعید السندی البکری

(مدینہ منورہ)

بندہ ضعیف جب ۹ محرم سنہ ۱۳۳۰ھ کو چھٹی مرتبہ زیارتِ روضۂ مبارکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے حاضر ہوا تو زیارت کے بعد مواجہہ شریفہ میں جامع الفضائل والخصائل مولانا محمد کریم اللہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجدد مائۂ حاضرہ حضرتِ علامہ عبد المصطفٰے شیخ احمد رضا خاں حنفی قادری کی تالیفِ جلیل الدولۃ المکیہ کا ذکر کیا، میں عرصۂ دراز سے اس رسالے کا مشتاق تھا، یہ میری دیرینہ آرزو مولانائے مذکور کی وساطت سے پوری ہوئی، میں نے کتاب مطالعہ کی اور محظوظ ہوا، اس قدر مسرور ہوا کہ جس کے بیان سے زبان وقلم دونوں عاجز ہیں۔ میں نے تحقیق و تدقیق میں اس رسالے کو خوب سے خوب تر پایا اور مجھے یقین ہو گیا کہ شنیدہ، دید کی مانند نہیں۔

جو کچھ حضرتِ مؤلف علامہ کے مخالفین نے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ مؤلفِ علامہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر سمجھتے ہیں، یہ الزام سراسر جھوٹ ہے جو مخالفین کے حسد و بغاوت کی پیداوار ہے بلکہ ان کے جہل مرکب اور کند ذہنی کی دلیل ہے، کاش ان کو معلوم ہوتا کہ حسد صرف جسم کو ہلاک کرتا ہے اور حاسد کبھی رہبر

نہیں بن سکتا، اللہ تعالےٰ کے حضور ایسی جھوٹی قوم سے شکایت ہے جو افتراء پر فخر کرتے ہوئے اس آیۂ کریمہ سے روگرداں ہے :۔

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون

ان لوگوں کی گھٹیا درجہ کی حرکتوں میں یہ ہے کہ اپنی گھڑی ہوئی باتوں کو مشہور کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے، اس وقت اللہ تعالیٰ اس آیۂ کریمہ کو بھول جاتے ہیں :۔

ان الذین یؤذون المؤمنین والمؤمنین بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا۔

کاش ان لوگوں کے آنکھوں پر حسد و بغض کے پردے نہ ہوتے تو مذکورہ رسالے کے کئی مقامات پر مؤلف علامہ کی تحریر کی روشنی اپنے باطل دعووں کو پادر ہوا پاتے ــــــــ مثلاً :۔

نظرِ اول میں مؤلف فرماتے ہیں :

" علمِ ذاتی اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے جو بھی علمِ ذاتی میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ بھی کسی کے لئے ثابت کرے تو وہ کافر و مشرک ہے "

اور فرماتے ہیں :۔

" علم غیر متناہی کمی اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے "

اور فرماتے ہیں :۔

" کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کے علم کو تفصیلاً، شرعاً اور عقلاً احاطہ نہیں کر سکتا بلکہ تمامی جہانوں کے علوم جمع کئے جائیں تو ان کی نسبت اللہ تعالےٰ کے علوم کے سامنے ایک قطرے کے ہزارویں حصے میں سے

کسی ایک حصہ کی ہزار ہا سمندروں کی طرف نسبت کی مانند ہے۔"

نظرِ ثانی میں فرماتے ہیں :-

"اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ کائنات کے علم کی مساوات کا خیال بھی کسی مسلمان کے دل میں نہیں آسکتا۔"

نظرِ ثالث میں فرماتے ہیں :-

"علمِ ذاتی مطلق محیط تفصیلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، مخلوقات کو صرف علمِ عطائی حاصل ہے۔"

نظرِ خامس میں فرماتے ہیں :-

"ہم کسی مخلوق کا علم اللہ کے علم کے برابر اور مستقل نہیں مانتے بلکہ بعض عطائی مانتے ہیں۔"

پس مخالفین، مساوات کا ڈھنڈورہ کیسے پیٹتے ہیں! ——— کیسے حق سے ہٹے جاتے ہیں!

(۱۴؍ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء)

۲۱

یٰسین احمد الخیاری

(مدرس حرمِ نبوی، مدینہ منورہ)

میں نے ایک موجزن سمندر، ایک عظیم المرتبت کتاب مطالعہ کی
—— (کونسی کتاب؟) —— الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ
—— مسائلِ شریفہ کی تحقیق کے لئے یہ ایک قاموس ہے اور
بزرگ و بلند معارف کی توفیق کے لئے ایک حصار ہے ——
کیوں نہ ہو، وہ محدثین کے امام ہیں، یگانۂ روزگار اور یکتائے زمانہ ہیں
—— کون؟ —— مولانا الکامل السید احمد رضا خاں،
اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کو لباسِ معرفت میں
جلوہ گر رکھے، آمین!

(۱۴ر ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء)

۲۲

یوسف بن اسمٰعیل النبہانی

(مدینہ منورہ)

اس سال ۱۳۳۱ھ میں مدینہ منورہ میں بعض افاضل علماء، خصوصاً سید عبدالباری بن علامہ سید ابن رضوان نے خواہش ظاہر کی کہ میں علامہ امام احمد رضا خاں کی تالیف الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ پر تقریظ لکھوں، اس سے قبل عالِم باعمل، شیخِ فاضل شیخ کریم اللہ ہندی نے بیروت کے پتے پر مجھ سے خط و کتابت کی تھی، جب اس دفعہ سید عبدالباری نے کتاب میرے پاس بھیجی تو میں نے اس کو شروع سے آخر تک پڑھا اور تمام دینی کتابوں میں زیادہ نفع بخش اور مفید پایا، اس کی دلیلیں بڑی مستحکم ہیں جو ایک امام کبیر، علامہ اجل ہی کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے مصنف سے راضی رہے اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی کرے، آمین!

(صفر ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء)

۲۳

احمد رمضان

(شام)

۱۳۳۱ھ میں جب زیارت کے ارادے سے مدینہ منورہ حاضر ہوا تو بعض فضلاء نے حضرت علامہ امام احمد رضا خاں ہندی کی تالیف الدولۃ المکیۃ سے آگاہ کیا۔ میں نے یہ کتاب مطالعہ کی اور اس کو حسنِ بیان اور پختگی برہان میں آفتاب کی مانند چمکتا پایا، یہ حقیقت صاحب بصیرت اہلِ دل اور اہلِ تقویٰ پر پوشیدہ نہیں۔ علامہ موصوف نے خالق اور مخلوق کے علم کا عمدہ طریقے سے فرق بیان کر دیا ہے جو عین حق ہے ——— اللہ تبارک و تعالیٰ مؤلف علامہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور علمائے اہلِ سنت و جماعت کی تائید فرمائے، اور ہم کو ان لوگوں میں کر دے جو سن کر اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں، آمین!

۲۷

عبدالحمید بکری العطار شافعی

(شام)

میں ماہِ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ میں سید الموجودات، اشرف المخلوقات کے دربار میں بقصدِ زیارت حاضر ہوا تو مجھے حرم شریف کے خادمِ کار حضرت علامہ احمد الخطیب طرابلسی نے رسالہ (الدولۃ المکیہ) مطالعہ کرایا۔ اس رسالے میں مشاہیرِ علمائے ہند میں سے ایک عالم حضرتِ علامہ متقی و محقق مولی الہمام احمد رضا خاں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض خصائل و فضائل واضح طور پر بیان فرمائے ہیں جن میں اہلِ سنت وجماعت کا کوئی اختلاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کا صلہ عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام فرمائے۔ آمین!

۲۵

محمد آفندی الحکیم

(دمشق)

باغ و بہار، بے مثل کتاب الدولۃ المکیہ کے مطالعہ سے محظوظ ہوا، میری معرفت میں اضافہ اور میرے قلب میں پختگی پیدا ہوئی۔ یہ کتاب مؤلفِ علّامہ کے معارفِ نقلیہ وعقلیہ اور شریعتِ محمدیہ کے لئے ان کی غیرت پر گواہ ہے، اللہ تعالیٰ اسلام میں ان جیسے علماء بکثرت پیدا کرے جو ہدایت وارشاد کیلئے آفتاب بن کر چمکیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ حضرتِ علامہ احمد رضا خاں کو اپنی عنایت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل رہتی دنیا تک سچائی پر قائم رکھے اور یہ باطل کو مٹاتے رہیں اور حق کو ثابت کرتے رہیں، آمین!

(۱۷ صفر ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء)

۲۶

محمد امین سوید

(دمشق)

علامۂ کبیر، فہامۂ شہیر محقق و مدقق کامل شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ مطالعہ کی، میں نے اسے ایک ایسا عظیم الشان سایہ دار درخت پایا جو اپنے دامن میں مذہب اسلام کا جوہر سمیٹے ہوئے ہے اور ایک چمن جو عقائد اہلِ ایمان کا نچوڑ ہے۔

جبکہ علمِ ذاتی محیط، اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مخصوصین کو ایسے علم سے آگاہ کرنا جس سے وہ پہلے ناآشنا تھے، ایسی بات ہے جس کے جائز اور واقع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ یہ علم ذاتی نہیں بلکہ اللہ کی تعلیم پر موقوف ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے علوم سے مطلع کیا جو آپ کے لئے خاص ہیں اور آپ کے سوا تمام مخلوقات ان سے ناآشنا ہے۔

(۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء)

۲۷

محمد امین السفر جلانی

(دمشق)

میں نے اہم کتاب (الدولۃ المکیہ) مطالعہ کی، یہ اہل ایمان کے عقائد کا خلاصہ ہے اور اہل سنت وجماعت کے مذہب کی مؤید ———— رسالۂ مذکورہ مؤلف علامہ، مرشد فہامہ شیخ احمد رضا خاں ہندی کی عظمت شان پر گواہی دے رہا ہے، اللہ تعالیٰ آخرت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے تلے ان کو اور ہم کو جمع فرمائے، آمین

(۲۴ صفر ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء)

۲۸

محمود بن سید العطار

(دمشق)

میں نے اس اہم رسالے کو مختصر وقت میں دیکھا، یہ مؤلف علامہ کی تحقیق وتدقیق کی شہادت کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی گواہ ہے کہ مؤلف اہل سنت وجماعت میں سے ہیں۔ آپ نے اپنے رسالے میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم غیبیہ عطائیہ حاصل ہیں، اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ علم غیب جس تک مخلوق کی رسائی ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس پر مطلع فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اہل سنت وجماعت کے مذہب کی تائید کے لئے آپ جیسے حضرات بکثرت پیدا کرے، آمین!

۲۹

محمد تاج الدین بن محمد بدر الدین

(دمشق)

۱۳۳۱ھ میں جب دمشق سے مدینۂ منورہ حاضر ہوا اور سید العالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ کی زیارت سے شرف یاب ہوا تو مجھے الدولۃ المکیہ کے مطالعہ کے لئے کہا گیا چنانچہ میں نے اس کتاب کو اس طرح مضطربانہ دیکھا جس طرح دوست دوست کو جدا ہوتے وقت دیکھتا ہے، میں نے اسے بے مثل پایا، اس کی صداقت بیانی اور استقامت نشانی روشن ہے ــــــ ایسا کیوں نہ ہو کہ اس کتاب کے مؤلف بڑے صاحبِ فضل مولانا شیخ احمد رضا خاں ہیں جو اپنے ہم مثلوں میں بہترین اور قدر و منزلت والے ہیں، اللہ تعالٰی انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اور ہم سب کو قیامت کے دن حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع فرمائے، آمین!

میں نے چند وجوہات کی وجہ سے تقریظ میں اختصار کو پیشِ نظر رکھا، پہلی بات تو یہ کہ مؤلف کے اوصاف تفصیل و تطویل سے بے نیاز ہیں، دوسری بات یہ کہ میں دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو رہا ہوں، آنکھیں اشکبار ہیں اور یہ تقریظ لکھ رہا ہوں۔

(۹ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء)

۳۱

محمد عطا اللہ القسم

(دمشق)

کتاب "دولتِ مکیہ" مطالعہ کی، یہ سیدھی راہ دکھانے والی ہے اور قرآن وحدیث و اقوالِ صحیحہ پر مشتمل ہے، مؤلفِ علامہ حضرت شیخ احمد رضا خاں کو اللہ تعالیٰ خوب خوب نوازے اور ان کا فیض عوام و خواص پر ہمیشہ ہمیش جاری رہے، انہوں نے اچھی تحقیق کر کے عوام کو فائدہ پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہماری اور ان کی مدد فرمائے اور حسنِ خاتمہ فرمائے، آمین!

(ربیع الاول ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء)

۳۲

محمد القاسمی

(دمشق)

عالم و عامل، فاضل و کامل حضرت شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ مطالعہ کی، یہ اپنے موضوع پر فیصلہ کن بات ہے اور حکمت سے معمور ہے، مؤلف قابلِ مبارک باد ہیں کہ ان مباحث میں غور و فکر کے بعد گروہِ باطل کے جمع کردہ دلائل کو پارہ پارہ کر دیا، یہ عین حق ہے کیونکہ مؤلفِ کتاب، فضائل و کمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے، وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں۔ ان کی فضیلت کا یقین، دشمن و دوست دونوں کو ہے ان کا علمی مقام بہت بلند ہے، ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے اللہ تعالیٰ ان کی حیات سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور ہم کو اور ان کو ان کی برکات سے سرفراز فرمائے، آمین!

(۲ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء)

۳۳

محمد یحییٰ القلعی النقشبندی

(دمشق)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام علوم عطا فرمائے اور تمام پوشیدہ رازوں سے آگاہ فرمایا، ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ساری مخلوقات تک اللہ تعالیٰ کا علم پہنچانے کے لئے آپ واسطۂ عظمیٰ ہیں، اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو معرفت حاصل ہو، جاہل کو کیا پتا! ـــــ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں ان کے ساتھ قیامت کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے تلے جمع فرمائے، آمین!

(۲۱ صفر ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء)

۳۷

محمد یحییٰ المکتبی الحسینی

(دمشق)

مجاورِ مدینۃ النبی، استادِ محترم مولوی شیخ کریم اللہ کی وساطت سے علامہ محقق شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولۃ المکیہ کے مطالعہ سے مشرف ہوا، میں نے اس رسالے کو عقائدِ سلف کے مطابق پایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غیوب کے متعلق خبر دینا آپ کی دوسری تمام نشانیوں اور معجزات کی طرح ہے، ابنِ تیمیہ نے بھی ابواب الصحیح میں ان کا ذکر کیا ہے، کوئی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ولیوں میں سے کسی کو غیب پہ مطلع نہیں کیا کیونکہ قرآن کریم ایسے واقعات سے بھرا ہوا ہے، مثلاً حضرتِ موسیٰ و حضرتِ خضر کا واقعہ، اور تواتر سے حضرتِ صدیقِ اکبر اور حضرتِ عمر کے واقعات، نیز ہمارے زمانے میں ہمارے استاد شیخ محمد بدر الدین محدث سے بھی ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں جو اخبارِ غیبیہ سے متعلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اور مسلمانوں کے قلوب کو منور فرمائے اور ہم تمام لوگوں کو ان باتوں کی توفیق عطا فرمائے جن میں اس کی اور اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہو۔ آمین!

(۷ صفر ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء)

۳۵

مصطفیٰ بن محمد آفندی الشطی

(دمشق)

بعض ایسے احباب نے رسالہ الدولۃ المکیہ پر تقریظ لکھنے کی فرمائش کی جن کی فرمائش کو ٹالا نہیں جاسکتا، تعمیلِ ارشاد میں یہ چند کلمات لکھے ہیں :-

حضرتِ مؤلفِ علامہ نے جو کچھ لکھا ہے، حق و صحیح ہے اس سے جنابِ مؤلف کی وسعتِ علمی اور فضل و کمال کا ثبوت ملتا ہے فجزاہ اللہ تعالےٰ خیر الجزاء - اس امت میں علامہ جیسے فرد کا پایا جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس پر ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں -